بسم اللہ الرحمن الرحیم
سلسلۃ المنشورات
۱۳
جائز اور ناجائز
تبرک
www.KitaboSunnat.com
تصنیف
ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی
پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ام القری یونیورسٹی مکۃ المکرمۃ
ترجمانی
جناب پروفیسر ابو عمار عمر فاروق سعیدی
فاضل مدینہ یونیورسٹی
ناشر
مکتبۃ السنۃ
الکوثر اسلامی پبلشرز
۱۸/ سفید مسجد، سولجر بازار ۲ کراچی فون: ۷۲۲۶۵۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۃ المنشورات (۱۲)

جائز اور ناجائز تبرک

تصنیف

ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی

پی۔ایچ۔ڈی۔ام القریٰ یونیورسٹی مکۃ المکرمہ

ترجمانی

جناب پروفیسر ابو عمار عمر فاروق سعیدی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبۃ السنۃ

الکوثر اسلامی پبلشرز

۱۸ر سفید مسجد، سولجر بازار ۲ کراچی فون : ۴۲۲۶۵۰۹

فہرست کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمة الناشر

الحمد لله رب العالمين' والصلاة والسلام على سيد ولد آدم يوم القيمة' صاحب لواء الحمد والشافع المشفع' أفضل الخلق محمد وعلى آله وصحبه وأزواجه أمهات المؤمنين' ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين۔

اما بعد : ہمہ قسم کی برکات اللہ عزوجل کے پاس ہیں۔ وہی مبارک (را کی زیر کے ساتھ) برکت دینے والا ہے' جس کو چاہے مبارک (را کی زبر کے ساتھ) بابرکت بنادے۔

بابرکت افراد و اشیاء سے فیض حاصل کرنا بھی شریعت کے دائرہ کار میں شرعی حدود وقیود کے مطابق ہے۔ اس میں افراط و تفریط باعث نقصان' بعض اوقات سلب ایمان پر منتج ہو سکتا ہے۔ عقیدہ کے اس اہم اور نازک ترین موضوع پر ہر زبان میں قلم و زبان کے ذریعے تبلیغ و جہاد کی ضرورت ہے۔ بالخصوص ان ممالک میں جہاں قرآن و حدیث کو غلاف و پردہ میں حصول برکت کے لئے رکھ لینے کو ہی کافی سمجھ کر ان کے علم اور تعمیل احکام سے مکمل طور پر صرف نظر کر لیا گیا ہے۔ جبکہ جسمانی شفاء کے حصول کے لئے طبیب' ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخہ پر ہی اکتفاء نہیں کیا جاتا بلکہ اس نسخہ میں درج ادویات استعمال کرنے پر علاج اور اس کے ذریعہ شفاء حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ روحانی طور پر شفاء حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم کی تلاوت اور احادیث مبارکہ کی قراءۃ اور ان دونوں کے مندرجات پر عمل کا معاملہ ہے۔

میرے ناقص علم کے مطابق جائز و ناجائز تبرک کے موضوع پر اردو زبان میں جزوی طور پر تو کام ہوا ہے مگر مستقل طور پر الگ سے کوئی تحقیقی کام نظر نہیں آیا۔

ضرورت تھی کہ اردو زبان میں عدل و انصاف کے ترازو کو قائم رکھتے ہوئے کوئی اللہ کا بندہ اس پر لکھے۔ تو چونکہ عربی زبان میں اس موضوع پر مستقل تحقیقی کام ہو چکے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمٰن الجدیع۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔ پروفیسر آف کلیة اصول الدین۔ جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیه۔ ریاض نے شعبہ عقیدہ و مذاہب عالم جامعة الامام سے دکتورہ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری

حاصل کرنے کے لئے "التبرک انواعه و احکامه" مقالہ لکھا جس پر جامعۃ الامام سے ان کو امتیازی حیثیت میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا اب یہ مقالہ کتابی صورت میں ۵۹۹ صفحات پر دوسری بار طبع ہو چکا ہے۔

تعارف مصنف وکتاب

اسی طرح ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی نے "التبرک المشروع و التبرک الممنوع" نامی کتاب تصنیف کر کے اس اہم ترین باب میں ایک بابرکت علمی اضافہ کیا۔ شیخ موصوف نے ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے "اهمية الجهاد في نشر الدعوة الاسلامية والرد علی الطوائف الضالة فيه۔ نامی تحقیقی و عظیم بابرکت مقالہ لکھ کر دکتورہ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کی ام القری یونیورسٹی نے عقیدہ کے اس اہم موضوع پر موصوف کی گراں قدر محنت کے اعتراف میں اس مقالہ کو طبع کرانے کا آرڈر بھی جاری کیا جو کہ ۵۴۶ صفحات پر مطبوع ہوا۔ ڈاکٹر علی بن نفیع کی کتاب "التبرک المشروع والتبرک الممنوع" کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ہر شجرو حجر اور بے سند و بے دلیل اشیاء کو باعث برکت جان کر اس پر جان چھڑکنے اور انسانی امتیاز کھو بیٹھنے اور عزو شرف پامال کرنے والوں کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ وہاں ان لوگوں کی فکر و نظر کو راہ صواب کی طرف موڑنے کے لئے ایک اہم قدم ہے جو مذکورۃ الصدر افراد کے مدمقابل جائز متبرکات پر بھی ہاتھ صاف کر گئے ہیں۔

بطور مثال کے اس کتاب کا پہلا باب۔ فصل اول صفحہ ۲۹ تا ۳۰ ملاحظہ کریں اس میں عالم اسلام کے عظیم محقق دینی و دنیاوی بصیرت کے حامل عظیم مفسر علامہ رشید رضا مصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نیز اس دور کے عظیم محدث و محقق علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر مدلل بیان کیا ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کو اردو جامہ پہنانے کا شرف میرے قابل احترام شیخ معروف علمی شخصیت پروفیسر عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں آیا۔ موصوف میرے مشفق و روحانی و علمی مربی محدث العصر مفتی اعظم پاکستان مولانا سلطان محمود غفر اللہ لہ وادخلہ جنۃ الفردوس آمین کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

متعدد بار آپ سے جناب کو صحیح الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءۃ و سماع نیز ان کے زیر سایہ تدریسی میدان میں قدم رکھنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ نیز اللہ عزوجل نے آں جناب کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیوخ کرام سے بھی بھرپور علمی استفادہ و فیض حاصل کرنے کا شرف بخشا ہے۔ اس وقت موصوف ایک اہم جامعہ میں طلبہ کی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔ تقبل اللہ منہ و جعلہ ذخرا لاخرتہ۔ آمین۔

مکتبۃ السنۃ اس بابرکت تحقیقی کام کو اردو زبان میں پہلی بار منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

مکتبۃ السنۃ کے بنیادی اغراض و مقاصد میں اسلاف کے علمی تراث کا احیاء اور ٹھوس علمی بنیادوں پر تحقیقی و تعمیری و اصلاحی مواد کی نشرو اشاعت ہے۔ اسی سلسلہ کی یہ ایک کڑی ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے اور اس کو مصنف۔ مترجم، ناشر اور ان کے متعلقین کے لئے ان کی دینی و دنیاوی کامیابیوں کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

ناسپاسی ہوگی اگر اس موقعہ پر اپنے مشفق و محسن دینی بھائی عبداللہ فاروق حفظہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کروں جن کی انتھک محنت اور خلوص کی بناء پر یہ کتاب اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ ان کی زندگی میں برکت کرے اور ہر قسم کی آزمائش سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ محمد وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما کثیراً

والسلام خادم العلم والعلماء

محمد افضل خلیل احمد

مدیر مکتبۃ السنۃ۔ ۱۸۔ سفید مسجد سولجر بازار کراچی

خطیب جامع مسجد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ڈیفنس سوسائٹی فیز ۴ کراچی

۲۵ ذوالحج ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ از مترجم

سخنہائے گفتنی

امت مسلمہ رجعت قہقری کی جس انتہا کو پہنچ رہی ہے از حد عبرت ناک ہے۔ جس عقیدہ و عمل کی بنیاد پر انہیں شرف عالم بخشا گیا تھا بالعموم ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اس کی بجائے عفونت زدہ مادیت اور سیاست کو اولیت حاصل ہو رہی ہے۔ بہت کم ہیں جو اس کے اثرات سے محفوظ ہوں۔ اور شاید اسی وجہ سے امت کے فکر و نظر کو زنگ سا لگ رہا ہے۔

تاہم اس شب تیرہ و تار میں اطراف افق پر کہیں کہیں کچھ تارے ضرور ٹمٹماتے نظر آتے ہیں جن کی اپنی سی کوشش ہے کہ اندھیرے کا ہر حال میں مقابلہ تو کرنا ہے اور راہی ان کی روشنی میں ہی اپنا سفر طے کرنے اور دوسروں کا رخ صحیح جانب متعین کرنے میں کوشاں ہیں ان کی یہ کوشش کیا نتائج لاتی ہے' اس سے قطع نظر ایسے خیر خواہاں ہی ملت اسلامیہ کا حاصل اور خلاصہ ہیں۔ کاش کہ ان سے استفادہ کی کوشش کی جائے!

مادیت کے اثرات نے بالعموم اس قدر محو کر رکھا ہے کہ تعلیمات نبویہ کی اہمیت کا تھوڑا بہت احساس ہونے کے باوجود اس کے لئے وقت بہت کم' اضافی مشاغل اتنے کہ فراغت عنقا ہو رہی ہے۔ کچھ بھی ہو اصحاب فکر و نظر اپنی سی کوشش تو ضرور کرتے رہیں گے کہ امت اس منجدھار سے سلامت کنارے جا لگے۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دعوت حق کی صدا جس طرح بھی ممکن ہو لگائی جاتی رہے۔

تحریری میدان بھی جہاد اسلام کا ایک اہم حصہ ہے۔ کفر کی یلغار کے مقابلہ میں فکری تربیت اور عملی انگیخت کی خاطر تصنیف و تالیف بھی فرض ہے۔ یہ کام کتنا ہو رہا ہے اور اس سے کتنا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے' ایک الگ سوال ہے۔

خیر ـــــ اس میں شبہ نہیں کہ امت کے اضمحلال کی ابتداء اس کے فکر و نظر سے ہوتی ہے اور فکر و نظر یعنی عقیدہ و عمل کی اصلاح و تقویت ہی اس کا اصل علاج ہے۔ چنانچہ توحید و سنت کی اشاعت اور اس موضوع پر مقالات اور رسائل و کتب کی تصنیف و تالیف

اور پھر ان کی نشر و اشاعت از حد ضروری ہے۔

اصحاب خیر کے فرائض میں یہ بات یقیناً شامل ہے کہ علم' علماء اور طلباء اسلام کی سرپرستی خوش دلی اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے کریں۔ اور اس کی خصوصی رحمتوں کے حقدار بنیں۔ نوجوانوں کا رخ تعلیم دین کی طرف پھیر دیں تو ان شاء اللہ امت مسلمہ اپنے مجد و شرف سے یقیناً محروم نہ ہو گی۔ یہ بات محض جذباتی نہیں بلکہ احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْمُتَعَلِّمٌ۔ (حدیث حسن۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

"خبردار! دنیا اور جو اس میں ہے سب ملعون اور قابل نفرت ہے۔
سوائے اللہ کے ذکر کے یا جو ذکر اللہ پر مشتمل ہو اور عالم اور طالب علم ہے"

آپ کے زیر نظر یہ رسالہ بنام "التبرک المشروع والتبرک الممنوع" توحید و سنت کی حمایت و نصرت اور شرک و بدعت کی تردید و تنقید پر مشتمل ہے۔ جو "بقامت کہتر بقیمت بہتر" کا شاندار مصداق ہے۔ برادرم محمد واصف صاحب حال متعلم مدینہ یونیورسٹی نے راقم کے حوالہ کیا کہ ترجمہ کر دیا جائے تاکہ ہم بھی توحید و سنت کے پاسبانوں میں شمار ہو سکیں۔ مؤلف کے سیاق کے ترجمہ قریب بہ ترجمانی کی جرأت اس لئے کر لی کہ تحقیق کی ہمت نہیں تو کسی دوسرے صاحب فضل ہی کی اچھی بات کو آگے پہنچانے کا ذریعہ بن جاؤں..... اس یقین و اعتماد کے ساتھ کہ ان اصحاب فضل کی ہمراہی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا باعث ہو گی۔ (هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ)

مسلمان جسے اپنے اللہ کی رضا مطلوب ہے اپنی امت کی غیرت کا پاس ہے اسے چاہیے کہ اپنے آپ سے ابتداء کرے' عقیدہ کی اصلاح' عمل میں پختگی پیدا کرے۔ نیز حلقہ احباب' اعزہ و اقرباء اور نوجوان نسل میں اس بات کو عام اور یقینی بنانے کی سر توڑ کوشش کرے۔

مطالعہ کے لئے عمدہ اسلامی موضوعات اور سیرت رسول و سلف صالحین کا انتخاب کیا

جائے۔ بچوں کو بالخصوص ان کا ہر طرح سے شوق دلایا جائے۔ اور پھر نتائج اللہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔ اس رخ پر چل کر ہی ہم انفرادی و اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب اور اس دنیا میں سرفراز ہو سکتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اخلاص عمل کی نعمت سے نوازے۔

مصنف مقالہ جناب "ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی" کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ رب ذوالجلال انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے کہ انہوں نے ایک اہم موضوع انتہائی خوبصورت تحقیقی انداز میں پیش فرمایا۔ فاضل مصنف بجا طور پر ہمارے بیش از بیش شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا احسن الجزاء۔

راقم کو ترجمہ کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس ذمہ داری میں کس قدر کامیاب ہوا ہوں۔۔۔۔۔۔؟ آپ کے سامنے ہے۔ اپنی کوتاہیوں سے باخبر ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے عفو و ستر' اور اہل علم سے درگزر اور دعا کا طلب گار ہوں۔۔۔۔۔۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔۔۔۔۔۔

ہمارے کرم فرما بھائی جناب مولانا محمد افضل صاحب حفظہ اللہ مدیر ادارۃ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی' نے حب فی اللہ کی بنیاد پر اس رسالہ کی اشاعت کا بار اٹھایا ہے۔ اللہ کریم ان کے اس شوق کو برکت اور قبولیت سے نوازے اور یہ ادارہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے اور امت مسلمہ اس سے بے بہا فائدہ اٹھائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد۔

خیر اندیش

ابو عمار عمر فاروق السعیدی

مدرس جامعۃ ابی بکر الاسلامیہ 'گلشن اقبال

کراچی

مقدمۂ مؤلف

الحمدللّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سید الانبیاء والمرسلین

صالح اور بزرگ حضرات کی شخصیات اور ان سے متعلق مقامات اور دیگر آثار سے تبرک حاصل کرنا عقیدہ و دین کے اہم مسائل میں سے ہے۔ اور اس بارے میں غلو اور حق سے تجاوز کی وجہ سے قدیم زمانہ سے آج تک لوگوں کی ایک معقول تعداد بدعات اور شرک میں بہت مبتلا رہی ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ مسئلہ نہایت پرانا ہے حتیٰ کہ سابقہ جاہلیت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے' ان کا شرک بتوں کو پوجنا اور ان مورتیوں سے تبرک حاصل کرنا ہی تھا۔ وہ لوگ اپنی جان' مال اور اولاد کے لئے ان سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

دین اسلام کی تعلیمات پھیل جانے کے بہت بعد جب اس میں زندیق و منافق لوگوں نے نئی نئی باتیں داخل کرنا شروع کیں تو تحریف دین کا جو حیلہ و طریقہ اختیار کیا گیا وہ اولیاء و بزرگوں کی غالیانہ عزت و توقیر اور ان کی قبروں سے برکت حاصل کرنے کا مسئلہ ہی تھا۔ اور اس کی ابتداء کرنے والے رافضی لوگ ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بیان فرماتے ہیں :

"......اہل نفاق نے اسلام میں جو کچھ داخل کرنا تھا کیا' رفض کی ابتدا کرنے والا ایک بے دین یہودی تھا جس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا اور درحقیقت وہ کافر ہی تھا اور مقصود اس کا اس حیلہ سے مسلمانوں کا دین خراب کرنا تھا۔ جیسا کہ بولس نے عیسائیوں کا دین خراب کیا۔ اس زندیق یہودی نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کیا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس قسم کی باتیں قبول کر لیتے ہیں۔

﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ﴾

(التوبہ۔ الآیۃ ۴۷)

"اور اگر یہ (منافق) لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا۔۔۔۔۔۔اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے اور اب بھی تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں۔"

پھر جب امت میں تفرقہ پڑ گیا مسئلہ امامت کی اپج نکالی گئی کہ اس میں نص ہونی چاہئے' امام معصوم ہونا چاہئے' ابو بکرؓ و عمرؓ میں عیب چینی شروع کر دی۔ اور انہیں کچھ ایسے سادہ لوح مل گئے جن میں جہالت تھی اور ظلم تھا' اگرچہ کافر تو نہ تھے۔ اس طرح شیعہ و تشیع کی ابتداء ہوئی جو باب شرک کی اصل چابی ہے۔ جب ان زندیقوں کو حکومت پر تسلط مل گیا تو دربار اور درگاہیں تعمیر کرنا شروع کر دیں اور مساجد کو ویران کر دیا۔ دلیل یہ پیش کی گئی کہ جمعہ و جماعت تو کسی معصوم کی اقتداء میں ہی صحیح ہوتی ہے۔۔۔۔اور ان درباروں و درگاہوں کی تعظیم وہاں دعا و عبادت کے بارے میں ایسی ایسی بے سروپا جھوٹی روایتیں اور حکایتیں نقل کرنے لگے کہ ان جیسا جھوٹ تو میرے علم کے مطابق یہودیوں کے ہاں بھی نہیں پایا گیا۔ حد تو یہ ہوئی کہ ان کے ایک بڑے "ابن النعمان" نے "مناسک حج المشاھد" (یعنی درگاہوں کی حج و زیارت کا طریقہ) نامی کتاب لکھ ڈالی۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت پر ایسے ایسے جھوٹ باندھے ہیں جس نے ان کا دین اور ان کی ملت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ انہوں نے توحید کے برعکس شرک و بدعت شروع کی اور شرک و کذب کے جامع بنے۔"(1)

بعد ازاں غالی صوفیوں نے ان رافضیوں سے اپنے مشائخ' ان کی قبروں اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا سیکھا۔ بوصیری کا عقیدہ ہے کہ جو قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے برکت حاصل کرلے اس کے لئے جنت طوبی ہے ۔

لا طيب يعدل تربا ضم أعظمه طوبى لمنتشق منه وملتثم (2)

وہ مٹی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں سے ملی ہوئی ہے اس کا مقابلہ

---

(1) مجموع الفتاوی ۲۷/۱۶۱

(2) نقد البردہ۔۔۔۔۔از عبدالبدیع صقر ص ۸۲

کسی خوشبو سے نہیں ہو سکتا جو اس خاک کو سونگھتا ہے یا پھانکتا ہے اس کے لئے جنت طوبیٰ ہے۔

طریقہ رفاعیہ کے متبعین اپنے بزرگ کی برکات بڑے عجیب انداز میں بیان کرتے ہیں کچھ شعر درج ذیل ہیں۔ (ترجمہ)

۱۔ میں وہ الرفاعی ہوں جو پریشان حال لوگوں کے لئے جائے پناہ ہوں۔ لہٰذا تو بھی میری سخاوت کے دروازے میں پناہ لے لے تاکہ خیرات کی بارش کے قطرے تجھے بھی مل جائیں۔

۲۔ میرا مرید اگر مجھے سمندر کی موجوں اور لہروں میں بھی بلائے تو یقینی موت کی صورت میں بھی نجات پا جائے۔

۳۔ میری عزت سلطانی کا ہلال دنیا میں طلوع ہو چکا ہے۔ میں تمام امتوں میں ایک امتیازی شان کا مالک ہوں۔

۴ میرا ذکر اگر کسی بے آب و گیاہ زمین میں بھی کیا جائے تو وہ قسم قسم کی خیرات نکال باہر کرے۔

۵ یا اگر آگ کے پاس یاد کیا جاؤں تو وہ ہرگز شعلہ نہ دے۔ اور اگر سمندر میں میرا ذکر ہو تو میری عظمت کے باعث وہ بھی فائدے پر فائدہ پہنچانے لگے۔ (۳)

شیخ الرفاعی کی ان برکات کا مقابلہ صرف شیخ نقشبندی کرتے ہیں جن کے بارے میں شیخ محمد امین کردی نے بیان کیا ہے۔

"وہ غوث اعظم ہیں' نظام معارف کی گردن کا ہار ہیں۔ ان کے نور ہدایت سے تمام غبار دور ہو گئے۔ ان کے اسرار کی برکت سے اشرار بھی دوست بن گئے بلکہ دوستوں میں بھی بہت نمایاں۔" (۴)

ہندوستان کے بریلویوں کے راہنما کے نزدیک گھر میں برکت کے لئے حضرت حسین کے مقبرہ کی شبیہہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

الغرض اس علم و معرفت کے زمانہ میں بھی اولیاء' ان کی قبور اور ان کے آثار سے تبرک بہت زیادہ مشہور و معروف ہے حالانکہ یہ لوگ بڑی بڑی علمی ڈگریاں لئے پھرتے ہیں۔

۳؎ الرفاعیۃ عبدالرحمٰن دمشقیہ ص ۸۸

۴؎ النقشبندیۃ الدمشقیۃ ص ۲۵

خاک نجف کی ٹکیہ جو رافضی حاجی نماز میں سجدہ کرنے کے لئے لئے پھرتے ہیں یہ اس تبرک ناجائز کی ہی ایک صورت ہے۔ ایسے ہی میلاد پڑھنے والے لوگ جب اس مجلس میں قیام کرتے ہیں اور میلاد پڑھنے والے کے پاس جو پانی رکھا ہوتا ہے اسے یہ لوگ مل کر پیتے ہیں یہ بھی تبرک حرام کی ایک شکل ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا عقیدہ ہوتا ہے کہ میلاد پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح حاضر ہوتی ہے اور اس نے اس پانی سے پیا بھی ہے چنانچہ وہ باقی پانی کو متبرک سمجھ کر پیتے ہیں۔

اس قسم کے حالات دیکھ کر میں نے مناسب جانا کہ عقیدہ کے اس اہم مسئلہ کی وضاحت کردوں تاکہ جائز اور مشروع تبرک' ناجائز اور غیر مشروع تبرک کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔

یہ بحث تمہید' دو ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

تمہید تبرک کا معنی اور اس کی حقیقت۔

باب اول جائز اور مشروع تبرک کا بیان۔ اور اس میں پانچ فصلیں ہیں۔

فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کے آثار سے تبرک کا حصول۔

فصل دوم باعث برکت اذکار و افعال کا بیان۔

فصل سوم باعث برکت مقامات کا بیان۔

فصل چہارم باعث برکت اوقات کا بیان۔

فصل پنجم بابرکت کھانے اور دیگر اشیاء۔

باب دوم ناجائز اور حرام تبرک کے بیان میں۔

تمہید جاہل لوگوں میں تبرک کا مفہوم۔

فصل اول تبرک کے لئے ممنوع مقامات۔

فصل دوم تبرک کے لئے ممنوع اوقات۔

فصل سوم اولیاء و صالحین اور ان کے آثار سے تبرک۔

خاتمہ نتائج اور خلاصہ۔

تمہید

تبرک کا معنی اور اس کی حقیقت (۵)

ہمارے عرف کلام میں مستعمل الفاظ برکت' برکات' تبارک' مبارک وغیرہ سب ایک ہی مادہ "ب ر ک" سے بنے ہیں۔

اس لفظ کے حقیقی معانی میں کسی چیز کے ٹک جانے' اس کے ثبوت' لزوم اور استقرار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ عرب بولتے ہیں برک البعیر اونٹ بیٹھ گیا یعنی جب وہ زمین پر اچھی طرح ٹک جائے۔ پانی کے حوض کو البرکۃ کہتے ہیں۔ (باء کی کسرہ کے ساتھ)۔ کہ اس میں پانی ٹھیرا اور جمع ہوتا ہے۔

البراک کسی شخص کی وہ صفت جس میں وہ لڑائی کے دوران ثابت قدمی' بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرے۔

اسی مفہوم کے تحت البرکۃ کسی شئی کی نشوونما اور اس کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کے معنی میں بالعموم مستعمل ہے۔

امام راغب اصفہانی نے کہا کہ برکت کا معنی ہے "کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا ثابت ہونا۔"

بارک اور تبارک مزید فیہ افعال ہیں۔ بارک متعدی ہے جو بعض اوقات براہ راست اور بعض اوقات حروف جر لام' فی اور علی وغیرہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے لیکن تبارک متعدی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور مدح اور صفت لازمہ کے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا استعمال کسی اور کے لئے روا نہیں ہے۔

---

۵ مصنف محترم نے لغوی تحقیق میں بہت تطویل فرمائی ہے راقم نے اردو خواں حضرات کی مناسبت سے مفید مطلب خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

بارک سے اسم فاعل مبارک (برکت دینے والا) اور مبارک اسم مفعول (برکت دیا ہوا) بنا ہے۔

اللہ تعالٰی تو منبع خیر و فضل ہے۔ اسی کی طرف سے یہ عطاو منع ہوتی ہے۔ اور اس کی تمام صفات بدرجہ تمام و کمال کی ہیں۔ اور اس کے تمام افعال حکمت رحمت، مصلحت اور خیرات سے بھرپور ہیں اس لئے اصلاً وہی ذات مقدس ہی اس صفت کی حقدار ہے۔ اسی لئے اس کے لئے لفظ خصوصی "تبارک" استعمال ہوتا ہے۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں حکومت ہے۔

﴿تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

برکت والا ہے اللہ جو رب ہے جہانوں کا۔

وغیرہ

الٰہی خیر چونکہ غیر محسوس انداز میں بے حد و حساب نازل ہوتی ہے اس لئے ہر وہ شئی جس میں غیر محسوس خیر بہت زیادہ مقدار میں پائی جائے اس کو مُبارک کہتے ہیں۔ یعنی اس میں برکت ہے۔

کتاب اللہ مبارک ہے

﴿هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ﴾ (21-50)

یہ برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾(38-29)

کتاب جو ہم نے نازل کی بڑی بابرکت ہے۔

یہ کتاب اس وصف کی سب سے زیادہ حقدار ہے کیونکہ اس کی خیرات و منافع اور برکات کی صورتیں بہت ہی زیادہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام بھی مبارک ہیں

عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے۔

﴿وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ﴾ (31:19)

میں جہاں کہیں بھی ہوں اللہ نے مجھے بابرکت بنایا ہے۔

﴿وَبَارَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰی اِسْحٰقَ﴾ (113:37)

ہم نے اس (ابراہیم) اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں۔

بعض مقامات بھی مبارک ہیں

﴿وَبَارَکْنَا فِیْهَا﴾ (71:21)

اور علاقہ شام میں ہم نے برکت رکھی ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی۔

﴿بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْ اَهْلِکَ وَمَالِکَ﴾

اللہ تمہارے مال و اولاد میں برکت دے۔

دعا قنوت کے الفاظ میں ہمیں یہ دعا تعلیم کی گئی ہے۔

﴿وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ﴾

یا اللہ جو کچھ تو نے مجھے عنایت فرمایا اس میں مجھ کو برکت دے۔

اس لغوی تفصیل سے ضمناً چند ضروری اصولی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی جلیل القدر تصنیف جلاء الافہام اور بدائع الفوائد وغیرہ میں لکھی ہیں۔

۱۔ برکت سراسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جیسے کہ رزق، نصرت، عافیت وغیرہ چنانچہ برکت بھی اس کے علاوہ کسی دوسرے سے طلب نہیں کی جا سکتی۔ یہ اسی کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث وارد ہے کہ "ہم آیات (معجزات) کو برکت سمجھا کرتے تھے۔ اور تم انہیں تخویف قرار دیتے ہو۔ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ پانی کم پڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا: کچھ پانی لاؤ۔ صحابہ ایک برتن میں پانی لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور فرمایا: آؤ بابرکت پانی لے لو! اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے!..... حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں قسم بخدا میں دیکھ رہا تھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے بیچ میں سے نکل رہا تھا۔(۹)

معلوم ہوا کہ جب یہ برکت من جانب اللہ ہی ہے تو غیر اللہ سے اس کا طلب کرنا شرک ہے۔ جیسا کہ طلب رزق یا منافع کا حصول اور دفع ضرور وغیرہ غیر اللہ سے متعلق کرنا شرک ہے اور بلاشبہ برکت بھی خیر کا ایک حصہ ہے اور خیر تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا (افتتاح) پڑھا کرتے تھے۔

﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ — اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ — لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ —

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ —

وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ

---

(۹) صحیح بخاری مع فتح الباری ۶ / ۴۳۳

سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّه فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔(الحدیث) (7)

"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیر لیا جس نے سارے آسمان و زمین پیدا فرمائے میں اسی کی جانب یکسو ہوں۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

بلاشک میری نماز' میری قربانیاں' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور اس کا کوئی ساجھی نہیں' مجھے اسی بات کا حکم ہے اور میں طاعت گزاروں میں سے ہوں۔

یا اللہ! تو ہی بادشاہ ہے' معبود صرف تو ہی ہے' تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر زیادتیاں کی ہیں' میں اپنی غلطیوں کا اقرار کرتا ہوں۔ پس میرے سارے کے سارے گناہ معاف فرمادے۔ تیرے علاوہ اور کون ہے جو گناہ معاف کرے۔ اور مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عنایت فرما۔ یہ ہدایت و توفیق تیری ہی طرف سے مل سکتی ہے۔ اور بری عادتیں مجھ سے دور کردے اور ان بری عادتوں کو تو ہی دور کر سکتا ہے۔ یا اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔

خیر ساری کی ساری تیرے ہاتھوں میں ہے شر تیری طرف سے نہیں ہے۔ میں تیرے ہی ساتھ ہوں اور تیری ہی طرف (لوٹنے والا) ہوں۔ تو بابرکت اور عالی مرتبت ہے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔"

۲۔ متبرک اشیاء یا اقوال و افعال جن کا شرع میں ثبوت ہے' وہ سب برکت کا سبب

---

۷ صحیح مسلم مع شرح نووی ۶/۵۷

تو ہیں نہ کہ بذات خود برکت دینے والی۔

مثلاً علاج کے لئے ادویہ کا استعمال یا دم جھاڑ یہ شفاء کا سبب تو ہیں نہ کہ شفا دینے والی۔ شافی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔۔۔۔۔۔ انہوں نے ایک بار فرمایا۔

"کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کردہ دم نہ کروں؟" کہنے لگے: کیوں نہیں۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے درج ذیل الفاظ میں دم کیا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْھِبَ الْبَأْسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ (8)

"اے اللہ! لوگوں کے رب، بیماری کے دور کرنے والے! شفاء عنایت فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی شافی نہیں، ایسی شفا دے جو کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے۔"

ایسے ہی صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ "کھنبی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔" (۹) یعنی شفاء کا سبب ہے۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "حبۃ السوداء (کلونجی) موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے۔ (۱۰) اور یہ تو کسی طرح بھی معقول نہیں کہ کھنبی یا (کلونجی) سے شفاء کی طلب ہو۔ طلب اور سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ یہ چیزیں جملہ اسباب میں سے ایک سبب ہیں جو کبھی تو باذن اللہ مفید ثابت ہوتی ہے اور کبھی غیر مفید۔ تو ایسے ہی برکت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور شرع میں جو یہ بتایا گیا کہ ان ان چیزوں میں برکت ہے تو وہ سبب کا ہی ذکر ہے۔ جن کی تاثیر بعض اوقات مفقود ہو جاتی ہے اور اس کا باعث کسی شرط کا فقدان یا کوئی اور سبب ہوتا ہے۔ جیسا کہ شرعی و طبعی اسباب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور جہاں جن چیزوں کی طرف برکت کی نسبت ہوتی ہے تو وہ بھی درحقیقت سبب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

---

۸ صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/۲۰۶
۹ صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/۱۶۸
۱۰ صحیح البخاری مع الفتح ۱۰/۱۴۱

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا تھا: "میں کسی خاتون کو نہیں جانتی جو ان سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی ہو۔ (۱۱) ـــــ یعنی یہ برکت کا باعث ہیں نہ کہ برکت دینے والی۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کرلی ہے تو ان کی قوم قبیلہ بنی مصطلق کے جتنے بھی قیدی ان کے پاس تھے ان سب کو انھوں نے آزاد کردیا۔ کیونکہ یہ لوگ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار بن گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سو قیدی رہا کئے گئے تھے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم برکت تھی اور باعث اس کا یہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ہی بنی تھیں۔ اور ایسے ہی مبارک اشیاء کی حیثیت ہے۔ جو خیر' نشوونما اور زیاتی واضافہ کا باعث ہوتی ہیں تو ان سب کا عطا کنندہ اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

۳۔ کسی شئے کے سبب سے برکت حاصل کرنا ایک شرعی مسئلہ ہے۔

اور کسی چیز کا بابرکت یا بے برکت ہونا ایک دینی وشرعی بات ہے۔ اور دینی مسائل کی بنیاد نص اور حکم پر ہوتی ہے۔ ان کے بالمقابل دنیاوی امور عقل تجربہ اور بعض اوقات نص شرعی سے بھی ثابت ہوجاتے ہیں۔

۴۔ متبرک اشیاء میں برکت کا سبب عام لوگوں میں معروف ومشہور نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کا بیان خصوصی طور پر کرتے تھے۔ بطور معجزہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلا تو آپ نے ارشاد فرمایا "مبارک پانی لے لو۔ اور برکت اللہ کی جانب سے ہے" اور بظاہر پانی آپ کی انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہے کہ ساتھیوں کو جلدی کرنے کا کہہ رہے ہیں اور خود زیادہ سے زیادہ پینے کی کوشش میں ہیں کیونکہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "برکت اللہ کی طرف سے ہے۔" (۱۲) ـــــ

ایسے ہی ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پہلے تو قسم اٹھائی کہ کھانا

۱۱۔ صحیح بخاری مع الفتح ۱۰/۱۱۱

۱۲۔ فتح الباری ۱۰/۳۳۳

نہیں کھائیں گے۔ لیکن جب دیکھا کہ اس میں برکت ہو رہی ہے تو کھانے لگے۔ اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ہے۔ ان کے فرزند ارجمند جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "اصحاب صُفہ فقیر لوگ تھے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاں دو آدمی کا کھانا ہو وہ تیسرا ساتھ لے جائے۔ اور جس کے ہاں چار کا ہو وہ پانچواں' چھٹا ساتھ لے جائے۔ الغرض ابوبکر رضی اللہ عنہ تین اشخاص کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ علیہ وسلم کے ہاں شام ہو گئی نماز عشاء سے فارغ ہوئے کچھ دیر ٹھیرے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشائیہ تناول فرمایا۔ الغرض کافی رات گئے گھر تشریف لائے تو گھر والوں نے پوچھا آپ نے اپنے مہمانوں سے کیوں تاخیر کی؟ ابوبکر نے کہا کہ تو کیا تم نے انھیں کھانا کھلا دیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ انھوں نے تو کھانے سے انکار کر دیا تا آنکہ آپ تشریف لائیں۔ ہم نے تو بار بار کہا تھا لیکن وہ مانے ہی نہیں۔" (اس پر حضرت ابوبکر کو بہت غصہ آیا۔)

عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں تو ایک طرف جا کے چھپ گیا اور انھوں نے مجھے بہت ہی برا بھلا کہا۔۔۔۔ اور مہمانوں سے فرمایا کہ بھئی کھانا کھاؤ اور اپنے متعلق بتایا کہ میں تو نہیں کھانے کا۔۔۔۔ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ الغرض قسم اللہ کی کھانے میں سے ہم جونہی کوئی لقمہ لیتے وہ نیچے سے اور زیادہ بڑھ جاتا حتی کہ وہ سب سیر ہو گئے اور کھانا پہلے کی نسبت بڑھ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہ تو اسی طرح ہے بلکہ قدرے زیادہ ہی ہے تو اپنی اہلیہ سے کہنے لگے۔۔۔۔ اے بنی فراس کی بہن! اور اس نے بھی جب دیکھا تو بولی۔۔۔ قسم میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی۔۔۔۔ یہ تو پہلے کی بہ نسبت تین گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے سے کچھ کھایا اور اپنی قسم کے متعلق کہا کہ یہ شیطان کی طرف سے تھی۔ اور اس سے ایک لقمہ لیا۔ بعد ازاں یہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔" (۱۲)۔۔۔۔۔۔

اس گزشتہ تفصیل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان کا دین دنیا کی مطلوبہ اشیاء میں برکت یعنی اضافہ وزیادتی کا طلب کرنا تبرک کہلاتا ہے اور یہ کسی

۱۲۔ صحیح بخاری مع فتح ۶/۳۶۲ باب علامات النبوۃ فی الاسلام

مبارک ہستی یا مبارک وقت کے سبب سے ہوتا ہے اور لازم ہے کہ یہ برکت شرعی ثبوت سے ثابت ہو اور اس کیفیت کے ساتھ ہو جو جناب معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہو۔

باب اول

جائز اور مشروع تبرک کا بیان

فصل اول۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کے آثار سے تبرک کا حصول
فصل دوئم باعث برکت اذکار وافعال کا بیان
فصل سوئم باعث برکت مقامات کا بیان
فصل چہارم باعث برکت اوقات کا بیان
فصل پنجم بابرکت کھانے اور دیگر اشیاء

فصل اول

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کے آثار سے تبرک کا حصول

اس بات میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں کہ رسول کی ذات بڑی بابرکت ہے۔ رب تعالی نے ان میں ایسی برکت رکھی ہے جو ان ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور صحابہ کرام اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری مرض الوفات میں اپنے آپ پر معوذات سے دم فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کی طبیعت زیادہ ہی بوجھل ہو گئی تو میں وہ معوذات پڑھتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پکڑ کر ان کے جسم پر پھیرتی ۔۔ بسبب ان کی برکت کے!"(۱۴)

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "ہاتھ کی برکت" سے باخبر تھیں اور ان کے اپنے ہاتھ سے ہی ان کے جسم مبارک پر مسح کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عمل کی توثیق فرمائی۔۔ یہ نہیں فرمایا کہ تیرے اور میرے ہاتھ میں کوئی فرق نہیں۔!

اور یہ برکت عظیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ تھی۔ اور اللہ تعالی کے اذن وامر سے ہی حاجت مند کو فیض یاب کرتی تھی۔

صحیح مسلم میں وارد ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اہل مدینہ کے خادم اپنے اپنے برتن لے

۱۴۔ صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۲۴۶

آتے ان میں پانی ہوتا جو برتن بھی پیش کیا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ نہایت ٹھنڈے موسم میں بھی آپ اپنا ہاتھ مبارک اس ٹھنڈے پانی میں رکھ دیا کرتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کی حجامت بنانے آیا اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ان کا مقصود محض یہ ہوتا تھا کہ جو بال بھی کاٹا جائے اسے وہ اپنے ہاتھوں میں اچک لیں۔"(۱۵)

مسلم شریف میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں آرام فرماتے۔ اور بعض اوقات وہ گھر پر بھی نہ ہوتیں۔(۱۶) ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور بستر پر سو گئے۔ انھیں خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے گھر آپ کے بستر پر آرام فرما ہیں وہ آئیں اور دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آرہا ہے اور چمڑے کے بستر کے ایک حصہ پر پسینہ کے قطرات جمع ہو گئے ہیں چنانچہ وہ ایک ڈبہ سا لے آئیں اور ایک شیشی میں آپ کے پسینہ کے قطرات جمع کرنے لگیں۔ اس کیفیت میں آپ پڑبڑا کر اٹھے اور پوچھا کہ ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ جناب ان مبارک قطرات میں ہم اپنے بچوں کے لئے برکت کے امیدوار ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا "درست ہے"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ "میں یہ اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں"(۱۷)

صحیح بخاری میں قدرے تفصیل ہے۔ ثمامہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیا کرتی تھیں

---

۱۵ صحیح مسلم مع شرح نووی ۱۵/ ۸۲

۱۶ خیال رہے کہ ام سُلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے ہیں۔ جیسا نوویؒ نے ثابت کیا ہے۔

۱۷ صحیح مسلم ۱۵/ ۸۷

اور آپ وہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آجاتی تو وہ آپ کا پسینہ اور گرے ہوئے بال جمع کر کے شیشی میں ڈال لیتی اور پھر دوسری خوشبوؤں میں ملا لیتی تھیں۔

ثمامہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انھوں نے وصیت کی تھی کہ تجہیز کے موقع پر انہیں یہی خوشبوں لگائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا(۱۸)۔۔۔۔۔۔۔ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایوب ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے وہ خوشبو مانگی تھی تو انھوں نے مجھے عنایت کر دی۔۔۔ ایوب کہتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے محمد بن سیرین سے وہ خوشبو حدیثًا مانگی تو انھوں نے مجھے دے دی اور اب وہ میرے پاس ہے۔ اور جب محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو انھیں بھی اسی خوشبو سے حنوط کیا گیا۔(۱۹)

صحیح مسلم میں ہے کہ جناب سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ مجھے آنحضرت کی خدمت میں لے گئیں اور کہا حضور! میرا یہ بھانجا بیمار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو والے پانی سے تھوڑا سا پیا۔ پھر میں آپ کی کمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت بھی دیکھی جو کجاوے کے بٹن یا گرہ کی مانند تھی۔(۲۰)

(۱) اسی سلسلہ میں صلح حدیبیہ کے واقعہ میں امام بخاری" یہ روایت لائے کہ قریش مکہ کا نمائندہ عروہ اصحاب رسول کو نہایت غور سے دیکھتا رہا۔ وہ کہتا ہے کہ جونہی آپ صلی اللہ

---

۱۸ فتح الباری ۱/۵۹

۱۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۰۷

۲۰ صحیح مسلم مع شرح نووی ۱۵/۹۸

ــــ کجاوے کے بٹن کی یہ صورت معلوم ہوتی ہے کہ پردے کی چادر کو باندھنے کے لئے ایک طرف موٹی سی گرہ دے لیتے یا کپڑے میں چھوٹی سی ڈلی رکھ کر اوپر سے تاکہ لپیٹ لینے سے وہ ایک موٹا بٹن سا بن جاتا۔ جس سے اس کپڑے کو درست رکھنے میں آسانی رہتی۔ (مترجم)

علیہ وسلم تھوکتے تو وہ تھوک بجائے زمین کے کسی صحابی کے ہاتھوں پر پہنچتی اور وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔ اگر وہ کوئی حکم دیتے تو سب فورا بڑھ چڑھ کر اس کی تعمیل کرتے۔۔۔ اور جب آپ وضو فرماتے تو اس پانی پر ان میں خوب کھینچا تانی ہوتی۔۔۔ اور جب آپ بولتے تو آپ کے سامنے وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے اور عظمت و تکریم کے باعث آپ سے نظریں نہ ملاتے تھے۔(۲۱)

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ جعرانہ مقام پر جو مکہ مدینہ کے مابین ہے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک بدوی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ کیا آپ مجھ سے اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا۔ تمہیں خوش خبری ہو۔۔۔ وہ کہنے لگا۔ آپ نے تو مجھے کتنی ہی بار خوش خبری دی ہے۔۔۔ اس کے اس جواب پر آپ ابو موسیٰؓ اور بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ غصہ کی کیفیت میں تھے۔۔۔ اور کہا کہ اس نے تو بشارت رد کر دی تم قبول کر لو۔۔۔ ان دونوں نے کہا ہم یہ بشارت قبول کرتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا اس میں پانی تھا۔ اس میں آپ نے اپنا منھ اور ہاتھ دھوئے اور کلی کا پانی ڈالا اور ان سے فرمایا: اس سے کچھ پانی پی لو اور کچھ اپنے منھ اور سینے پر بھی ڈال لو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس اثناء میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے سے بولیں: اپنی ماں کے لئے بھی کچھ چھوڑ دینا۔ چنانچہ انھوں نے ان کے لئے بھی وہ پانی بچا دیا۔(۲۲)

(۲) ایک اور روایت۔۔۔ مالک بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ہمیں اسرائیل نے عثمان بن عبداللہ بن موھب سے بیان کیا کہ میرے گھر والوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے ہاں پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا (اسرائیل نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے اپنی تین انگلیاں بند کر لیں یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ پیالہ چھوٹا سا تھا۔۔۔ یا اس میں پانی تھوڑا سا تھا) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال رکھا ہوا تھا۔ تو جسے نظر لگ جاتی

۲۱۔ صحیح بخاری ۳/۱۸۰

۲۲۔ صحیح بخاری ۳/۱۸۰

تھی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اپنا پانی کا برتن بھیج دیتا......
اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے اس ڈبیہ میں دیکھا تو سرخ رنگ کے چند بال دکھائی دیے۔(۴۳)
سہل بن سعد کی روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں وہ ایک خوبصورت نقش چادر لائی تھیں ۔۔۔ وہ کہنے لگیں کیا آپ اسے پہننا پسند فرمائیں گے؟ تو وہ آپ نے لے لی۔ اور آپ کے قبول کرنے کے انداز سے محسوس ہوتا تھا گویا آپ کو اس کی ضرورت ہے اور پھر آپ نے اسے اوڑھ بھی لیا۔ ایک صحابی نے دیکھا اور کہنے لگا حضرت یہ تو بہت خوبصورت ہے! آپ یہ مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: تم لے لو۔۔۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے تشریف لے گئے تو ساتھیوں نے اس صحابی کو ملامت کی اور کہنے لگے کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ جبکہ تم نے دیکھا بھی کہ آپ کے انداز سے لگ رہا تھا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے اور پھر تو نے وہ مانگ لی۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شئے مانگی جائے آپ انکار نہیں فرماتے۔۔۔ وہ کہنے لگا: دراصل جب آپ نے اسے پہن لیا تو اس کے بابرکت ہونے کے خیال سے مانگ لیا شاید یہ میرا کفن بن سکے۔(۴۴)

الغرض یہ صحیح احادیث اور دیگر روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جو چیز آپ کے جسم سے الگ ہوئی ہو از قسم بال، پسینہ، لباس یا آپ کے مستعملہ برتن وغیرہ ان میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی ہے جس سے شفاء حاصل کی جاتی تھی اور ان سے دینی واخروی فائدہ کی توقع کی جاتی تھی۔ اور اس خیر و برکت کا دینے والا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہی ہے۔

یہ کثیر دلائل علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں جس کا اظہار انھوں نے اپنی کتاب "التوسل انواعہ واحکامہ" میں کیا ہے۔۔۔ ان کا کہنا ہے...... "یہاں ایک خصوصی بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے طرز عمل کہ وہ آپ کے آثار اور آپ کو مس کرنے سے تبرک

۴۳؎ صحیح بخاری ۷؍۵۷

۴۴؎ صحیح بخاری ۷؍۸۲

حاصل کرتے تھے' کی تصدیق فرمائی جیسا کہ حدیبیہ وغیرہ میں ہوا۔ اس کی ایک اہم غرض تھی۔ بالخصوص ان حالات و کیفیات میں ــــــ اور وہ تھی کفار کو دہشت زدہ کرنا اور یہ مظاہرہ کہ مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کس پائے کے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کس معیار کی ہے۔ اور یہ کہ وہ آپ کی خدمت اور تعظیم میں فنا ہیں۔ تاہم اس سے صرف نظر اور تغافل نہیں کیا جا سکتا کہ اس غزوہ کے بعد آپ نے اپنے اصحابؓ کو نہایت لطیف اور حکیمانہ انداز میں اس انداز تبرک سے منع کیا تھا اور انہیں دیگر اعمال صالحہ کی ترغیب دلائی تھی کہ دیگر اعمال ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ بہتر اور مفید ہیں۔ اس مطلب پر درج ذیل حدیث شاہد ہے ــــــ

"حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور صحابہ کرام آپ کے وضو والے پانی کو اپنے جسم پر ملنے لگے آپ نے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ وہ بولے کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں ہے۔" تو آپ نے ارشاد فرمایا "جسے یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرے یا یہ کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کریں تو اس پر لازم ہے کہ جب بات کرے تو سچ بولے' امانت دی جائے تو ادا کردے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کرے۔"

شیخ صاحب اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے اس کی کئی سندیں اور شواہد ہیں جو معجم طبرانی وغیرہ میں وارد ہیں۔ امام منذریؒ نے الترغیب والترھیب ۳/۲۶ میں اس پر "حسن" کا حکم لگایا ہے۔ اور یہ کہ میں نے اسے "الصحیحۃ" میں (۲۹۹۸) درج کیا ہے۔(۴۳)

ایسے ہی یہ روایات جناب محمد رشید رضا کے خیال کی بھی تردید کرتی ہیں۔ انہوں نے کتاب "الاعتصام" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "صحابہ کرام کی یہ کیفیت کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور آپ کے تھوک سے تبرک لیا حدیبیہ کے موقع کے علاوہ کہیں اور ثابت نہیں۔"(۴۴)

---

۴۳ التوسل انواعہ واحکامہ از شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ ــــــ ۴۳

۴۴ حاشیہ الاعتصام للشاطبی۔ ۲/۱۱

واضح رہے کہ صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرنا کسی غزوہ سے مخصوص نہیں رہا جیسا کہ گزر چکا اور کسی سے انکار بھی وارد نہیں ہے۔

تاہم شیخ البانی صاحب حفظہ اللہ کی یہ بات مجھے از حد پسند آئی ہے کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ "یہ اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے حصول تبرک پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے انکار نہیں کرتے جیسا کہ ہمارے متعلق مخالفین دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اس تبرک کے لئے بھی چند شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ متبرک صاحب ایمان ہو' ایسا ایمان جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو۔ جو شخص صحیح طور پر مسلمان نہ ہو اسے یہ برکت و تبرک حاصل نہیں ہو سکتی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تبرک حاصل کرنے والے کو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کوئی نہ کوئی شے واقعتہً حاصل ہو اور پھر وہ اسے استعمال بھی کرے۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار از قسم کپڑے یا بال وغیرہ سب کے سب ختم ہو چکے ہیں۔ اور کوئی شخص قطعی یقین کے ساتھ ان چیزوں کا وجود ثابت نہیں کر سکتا۔ اور جب حقیقت یہی ہے تو ہمارے اس زمانے میں یہ موضوع محض نظری طور پر باقی رہ جاتا ہے نہ کہ حقیقت واقعیہ کی صورت میں' تو اسے طول دینا کسی طرح مناسب نہیں۔(۲۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس اور آپ کے آثار سے حصول تبرک کے دلائل ذکر کر دیئے ہیں تاکہ صورت مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے کہ صحابہ کرام کا حصول تبرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ کسی دوسرے کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے تھے۔ مزید تفصیل تبرک ممنوع کے باب میں آئے گی۔

۲۷ے التوسل انواعہ واحکامہ ۱۴۶

فصل دوم

باعث برکت اذکار وافعال کا بیان

کچھ اذکار اور افعال ایسے بھی ہیں کہ اگر کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تابع رہتے ہوئے انھیں اختیار کرلے اور وہ خیروبرکت کا متلاشی ہو تو اپنی نیت اور کوشش کے مطابق یقیناً اپنا مطلب پا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی شرعی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

ذکر اللہ کی برکت

یہ مسئلہ کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں کہ اللہ کے ذکر سے بندے کو بیش از بیش خیرات وبرکات حاصل ہوتی ہیں۔

بے شمار آیات واحادیث اس بارے میں وارد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ فرشتے رستوں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ انھیں تلاش ہوتی ہے اللہ کا ذکر کرنے والوں کی۔ تو جب انھیں کوئی ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں تو وہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ ادھر آؤ یہاں ہے تمہارا مطلوب! چنانچہ یہ ان لوگوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے اوپر اس طرح جمع ہو جاتے ہیں کہ آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔ تب رب تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے ـــــ حالانکہ وہ ان سے زیادہ باخبر ہے۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ! وہ تیری تسبیح، تکبیر، تعریف اور بزرگی بیان کرنے میں مشغول ہیں ـــــ رب تعالیٰ پھر پوچھتا ہے ـــــ آیا انھوں نے مجھے دیکھا بھی ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہرگز نہیں۔ قسم ہے تیری ذات کی انھوں نے تجھے بالکل نہیں

دیکھا۔۔۔۔۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ تو فرشتے کہتے ہیں: وہ اگر تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت زیادہ عبادت کریں، حد سے بڑھ کر بزرگی بیان کریں۔ اور بے شمار تسبیحات پڑھیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ تو پھر وہ مجھ سے مانگتے کیا ہیں؟۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ "جنت!" اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ تو کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کی حرص وطلب اس سے بہت ہی زیادہ ہو اور اس کے لئے رغبت اس کیفیت سے کہیں بڑھ کر ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس سے پناہ چاہتے ہیں۔ فرشتے بتاتے ہیں کہ "دوزخ سے!"۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے بولتے ہیں کہ واللہ! انھوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا اس سے فرار اور خوف بہت ہی زیادہ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تم سب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔ فرشتوں میں سے ایک کہتا ہے کہ یا اللہ! ان میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا بلکہ اپنی کسی ذاتی غرض سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں ہوتا۔"(1)

اے بخشاور! اللہ کی توفیق تیرے شامل حال ہو۔ ذرا غور تو کرو کہ اللہ کے ذکر میں کس قدر برکات ہیں کہ اس میں گناہوں کی بخشش اور داخلہ جنت کی بشارت ہے! اور یہ برکت محض ذکر کرنے والوں تک محدود نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والے بھی اس فضیلت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

تلاوت قرآن مجید

قرآن کریم کی تلاوت ذکر اللہ کی عظیم ترین صورتوں میں سے ہے۔ اور اس میں دنیا و آخرت کی وہ وہ برکات ہیں جن کا کوئی اندازہ نہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔

---

(1) صحیح البخاری مع الفتح ۱۱/ ۲۰۸

قیامت کے روز یہ سفارشی ہوگا۔ "دو پھولوں" یعنی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی تلاوت کیا کرو۔ روز محشر یہ سورتیں بدلیوں کی صورت میں آئیں گی' یا ایسے کہ پرندوں کے دو جھنڈ ہوں' اور اپنے تلاوت کرنے والوں کا دفاع کریں گی۔ سورۃ بقرہ پڑھا کرو اس کا اختیار کرنا باعث برکت اور چھوڑ دینا باعث ندامت ہوگا۔ اور اس عمل کی توفیق بَطَلَۃ یعنی ساحروں کو نہیں ملتی۔ (۲۹)

کتاب اللہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ اپنے جسم پر معوذات یعنی (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ — اور — قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھا کرتے تھے۔

اور ایک صحابی نے بچھو کے ڈسے پر فاتحہ پڑھی تھی تو اس کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی تھی۔ (۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ دعائیں

بہت سی دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کہ آپ اپنے گھر والوں پر پڑھا کرتے اور دائیں ہاتھ سے مسح کرتے تھے۔ ایک دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِہٖ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا (31)

"اے اللہ! لوگوں کے پالنہار' بیماری دور فرما دے اور اسے شفا عنایت فرما تو ہی شافی ہے تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں ایسی شفاء عنایت فرما جو کوئی دکھ باقی نہ چھوڑے۔"

الغرض اللہ تعالیٰ کے ذکر' قرآن مجید کی تلاوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۲۹) صحیح مسلم مع نووی ۶/ ۹۰

(۳۰) صحیح البخاری مع الفتح ۱۰/ ۱۶۵-۱۹۹

(۳۱) صحیح البخاری مع الفتح ۱۰/ ۱۷۶

ارشاد کردہ دعاؤں میں بہت بڑی خیر و برکت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہو اور جو نہ کرتا ہو ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔(۴۱)

غور کریں کہ کس وجہ سے زندہ و مردہ کی مشابہت ذکر کی گئی ہے؟ یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی جلیل القدر تصنیف "الوابل الصیب من الکلم الطیب" میں بیان کیا ہے کہ ذکر اللہ کے ایک سو سے زیادہ فوائد ہیں۔ اور اس کتاب میں ستر سے زیادہ شمار بھی کیے ہیں۔ (۴۲)

بابرکت افعال کا بیان

مذکورہ اقوال کے علاوہ کچھ افعال بھی ہیں اگر کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے یہ فعل اختیار کرے تو اللہ کے حکم سے عظیم برکت حاصل ہو۔

۱۔ ان افعال میں سے ایک تو "ذکر اللہ کے لئے اکٹھا ہونا" ہے جیسا کہ علمی حلقات ہوتے ہیں۔ بخلاف ان اذکار معینہ کے جو کوئی انسان اکیلے میں بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں قول فیصل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طرز عمل ہی ہے اور اس عمل کی فضیلت کا بیان سابقہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ میدان جہاد میں آگے بڑھنا اور حصول شہادت کی کوشش کرنا یہ ایسا بابرکت عمل ہے کہ سوائے شہادت توحید و رسالت کے اور کوئی عمل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ فضائل ہیں۔"

۴۱۔ صحیح البخاری مع الفتح ۱۱/۲۰۸

۴۲۔ الوابل الصیب ص ۵۲ وما بعد۔

۱۔ فوری طور پر اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔
۲۔ جنت میں اس کی منزل اسے دکھلا دی جاتی ہے۔
۳۔ محشر کے موقع پر فزع اکبر (بڑی گھبراہٹ) سے محفوظ رہے گا۔
۴۔ اسے وقار کا تاج پہنایا جائے گا کہ اس تاج کا ایک ایک موتی دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہو گا۔
۵۔ بہتر (۷۲) حوریں (حور عین) اسے دی جائیں گی۔
۶۔ اپنے عزیز و اقارب میں ستر افراد کی سفارش کرے گا۔ (۴۴)

۳۔ مسنون طریقہ پر کھانے کے لئے اکٹھا ہونا

یہ عمل بھی بڑی برکت والا ہے۔ اس طرح کہ کھانا برتن کے اطراف و جوانب سے کھایا جائے۔ انگلیاں چاٹی جائیں۔ اور غلہ وغیرہ کو ماپا جائے۔

روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھانا مل کر کھایا کرو' اللہ کا نام لیا کرو' اس میں برکت ہوگی۔" (۴۵)

مزید ارشاد ہے کہ "برکت" کھانے کے درمیان میں اترتی ہے۔ اس لئے اس کے اطراف سے کھایا کرو اور اس کے درمیان سے مت کھاؤ۔" (۴۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ "جب تم میں سے کوئی کھانا کھا چکے تو اپنی انگلیاں ضرور چاٹ لیا کرے' کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس حصہ میں برکت ہے۔" (۴۷)

ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوا کہ "اپنا طعام ماپ لیا کرو اس میں تمہارے لئے

۴۴؎ جامع الترمذی حدیث ۱۷۲۸ علامہ البانی حفظہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح الترمذی ۲/۱۳۲

۴۵؎ مسند احمد ۳/۵۰۱۔ شیخ البانی حفظہ اللہ نے صحیح ابی داؤد ۲/۷۱۷ میں صحیح کہا ہے۔ ابو داؤد حدیث ۳۷۶۴ ابن ماجہ حدیث ۳۲۸۶

۴۶؎ مسند احمد ۱/۲۷۰ شیخ البانی حفظہ اللہ نے صحیح ابو داؤد ۲/۷۱۹ میں صحیح کہا ہے۔ الفاظ قدرے مختلف ہیں سنن ابو داؤد حدیث ۳۷۷۲ ابن ماجہ ۳۲۷۷

۴۷؎ مسند احمد ۲/۳۴۱

برکت ہوگی۔" (۴۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر قول و فعل جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا' اور انسان اس پر ایمان صادق کے ساتھ عمل پیرا ہو اور نیت بھی اللہ و رسول کی اتباع ہو تو بلاشک وشبہ اسے دین و دنیا کی عظیم برکت حاصل ہوگی۔

اس کی بنیادی شرط ایمان کامل ہے جو دل اور زبان کا قول و فعل ہے۔ جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں معلوم و معروف ہے اور مبارک ہے وہ شخص جسے ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق مل جائے۔

۴۸۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب ۵۲ بخاری ۳/۲۲

فصل سوم

باعث برکت مقامات کا بیان

اللہ کی اس زمین میں کچھ مخصوص مقام ایسے بھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے خاص برکت رکھی ہے تو جو شخص ان مقامات میں اس برکت کا طالب ہو تو وہ اللہ کے حکم سے اسے پالے گا۔ شرط یہ ہے کہ بندے کے عمل میں اخلاص ہو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی اتباع ہو۔ کچھ مقامات کا ذکر درج ذیل ہے۔

مساجد

مسجدیں بڑی بابرکت مقامات میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین جگہ مساجد' اور ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں" (۳۹)

مسجد سے برکت و تبرک کا حصول اس کی مٹی یا درودیوار کے چھونے یا چومنے چاٹنے میں نہیں۔ کیونکہ تبرک ایک قسم کی عبادت ہے اور اس میں شرط اتباع و تابعداری رسول ہے۔ تو مسجد سے تبرک کا حصول اعتکاف کرنے' وہاں بیٹھ کر نماز کا انتظار اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہے۔ ذکر کی مجلس میں حاضری اور دیگر شرعی اعمال میں ہے۔ اور جو کام شرعاً جائز نہیں ہیں ان میں برکت بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو بدعت ہیں۔

مساجد میں اہم ترین اور سب سے ممتاز ــــــــ مسجد الحرام' مسجد نبوی' مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء ہیں۔ اور ان میں برکت بھی زیادہ ہے۔ سبب اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جو بخاری و مسلم میں وارد ہے۔

---

۳۹ صحیح مسلم مع شرح نووی ۵/۱۷۱

"میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد کی نسبت ایک ہزار گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے" (۴۰)

دوسری حدیث میں ہے۔

"تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی جانب پالان نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) میری مسجد (نبوی) مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ" (۴۱)

علاوہ ازیں ارشاد گرامی ہے۔

"جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا آکر نماز پڑھتا ہے اسے ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔" (۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ ہر ہفتہ مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے (۴۳)

مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور ارض شام

یہ علاقے بھی مبارک مقامات میں شامل ہیں۔ مکہ مکرمہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! تو اللہ کی بہترین اور محبوب ترین زمینوں میں سے ہے' اگر مجھے تمہارے ہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا گیا ہوتا تو میں ہرگز نہ جاتا۔" (۴۴)

ایک ارشاد میں اس طرح ہے۔

"ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور اس کے باسیوں کے لئے دعا فرمائی۔ تو

---

۴۰ المسند ۴/۵۔ صحیح البخاری ۲/۵۷۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/۱۶۳

۴۱ صحیح البخاری ۲/۵۸۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/۱۶۸

۴۲ المسند ۳/۴۸۷۔ المستدرک ۳/۱۲۔ سنن النسائی ۲/۳۷۔ ابن ماجہ حدیث ۱۴۱۲ شیخ البانی صاحب حفظہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث ۱/۲۳۸

۴۳ صحیح البخاری ۲/۵۷۔ صحیح مسلم مع شرح نووی۔ ۹/۱۷۰

۴۴ مسند احمد ۴/۳۰۵۔ المستدرک ۳/۷ علی شرط الشیخین۔ ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن ماجہ حدیث ۳۱۰۸ شیخ البانی حفظہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ میں صحیح کہا ہے۔

میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اور میں مدینہ کے پیمانوں (صاع و مد) میں دوگنا برکت کی دعا کرتا ہوں بہ نسبت اس کے جو ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے فرمائی تھی۔"(۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالصراحت ارشاد فرمایا کہ "میں مدینہ کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین کو حرم قرار دیتا ہوں۔ اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔ نہ ہی یہاں شکار کیا جائے۔"

آپ کا فرمان ہے کہ "مدینہ ان لوگوں کے لئے بہترین ہے کاش کہ انہیں خبر ہو' اگر کوئی اسے بے رغبتی کی وجہ سے چھوڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے کوئی دوسرا بہتر فرد لے آئے گا۔ اور جو کوئی یہاں کی مشکلات اور بیماریوں پر صبر کرے گا' میں قیامت کے روز اس کے لئے سفارشی یا گواہ بنوں گا۔"(۴۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مدینہ کے دروں (رستوں) پر فرشتے متعین ہیں یہاں طاعون یا دجال کا گزر نہیں ہو سکتا۔"(۴۷)

ایک حدیث میں ہے۔ "جو کوئی اہل مدینہ کے لئے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دے گا جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔"(۴۸)

آپ نے فرمایا۔ "مبارک ہو ارض شام کے لئے۔ ہم نے پوچھا۔۔۔۔ یہ کیوں ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ رحمان کے فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔"(۴۹)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس پر دلیل ہے "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ" (سورۃ الاسراء آیت 1)

۴۵۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/ ۱۳۴ و ما بعد

۴۶۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/ ۱۳۴ ما بعد

۴۷۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/ ۱۳۴ و ما بعد

۴۸۔ صحیح مسلم مع شرح نووی ۹/ ۱۵۷

۴۹۔ مسند احمد ۵/ ۱۸۵۔ المستدرک ۲/ ۲۲۹ علی شرط شیخین صحیح ہے۔ ایسے ہی ذہبیؒ نے کہا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر ۲/ ۵۵ میں شیخ البانی حفظہ اللہ نے اسے صحیح لکھا ہے۔

الغرض جو شخص مکہ' مدینہ یا بلاد شام میں اس نیت سے اقامت اختیار کرے کہ ان علاقوں کی برکتوں سے فیض یاب ہو از قسم کثرت رزق یا تحفظ فتن وغیرہ تو اسے بہت بڑی خیر کی توفیق ملی۔

لیکن اگر کوئی حد سے تجاوز کرتا ہے کہ مٹی' پتھر یا درختوں کو چھوتا چومتا ہے' وہاں کی مٹی پانی میں بغرض شفا ڈالتا ہے یا اس طرح کے دوسرے کام تو ایسا آدمی گناہ گار ہے اسے کوئی اجر و ثواب نہیں۔ کیونکہ اس نے حصول تبرک میں ایسی راہ اختیار کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کردہ نہیں ہے۔ نہ ہی سابقین امت میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ (اس پر مزید بحث آگے آئے گی)

ایسے ہی دیگر مقامات مقدسہ ہیں یعنی عرفہ' مزدلفہ اور منیٰ۔ ان کے مقدس و مبارک ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ یہاں لوگوں پر بہت عظیم خیرات نازل ہوتی ہیں گناہوں کی بخشش' دوزخ سے آزادی اور اجر عظیم کا حصول وغیرہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و تابعداری میں ہے کہ مشروع و متعین وقت میں وہاں وقوف ہوتا ہے' بخلاف اس شخص کے جو عرفہ کے دن کے علاوہ وہاں جا کر وقوف کرے تو اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ "مزید بحث آگے آئے گی)

فصل چہارم

باعث برکت اوقات کا بیان

کچھ اوقات ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے فضل و برکت سے مشرف فرمایا ہے۔ تو جو شخص ان مخصوص اوقات میں خیر و برکت کا طالب ہو اور مشروع عبادت پر عمل پیرا ہو تو جو اللہ نے مقدر فرمایا ہوا ہے وہ برکت عظیم حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ماہ رمضان المبارک، شب قدر، رات کا آخری تہائی حصہ، جمعہ، سوموار اور جمعرات کا دن، ذوالحج کا پہلا عشرہ اور حرمت والے مہینے۔

ان اوقات سے متعلق فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رمضان المبارک کے متعلق وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پر ماہ رمضان سایہ فگن ہوا ہے۔ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ ان دنوں میں جنت کے دروازے کھول اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جس کی عبادت ایک ہزار مہینہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ جو اس کی خیرات و بھلائیوں سے محروم رہا وہ محروم ہی رہا۔" (۵۰)

اصحاب توفیق کے لئے رمضان میں جو برکات اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں، یعنی روزے کی فضیلت و برکت گناہوں کی بخشش، مومن کے رزق میں اضافہ، جسمانی صحت، تربیتی مشق اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم۔ تو بلاشبہ یہ وقت بڑا ہی بابرکت ہے۔

---

۵۰ مسند احمد ۲/ ۲۳۰۔ شیخ البانی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث جید ہے اس کے کئی شواہد ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے ۱/ ۶۱۲

لیلۃ القدر: اس کی شان بھی بہت عظیم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّـا اَنْـزَلْـنَـاهُ فِـىْ لَيْـلَـةِ الْـقَـدْرِ ۝ وَمَـا اَدْرَاکَ مَـا لَيْـلَـةُ الْـقَـدْرِ ۝
لَيْـلَـةُ الْـقَـدْرِ خَيْـرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَـنَـزَّلُ الْـمَلَائِـكَـةُ وَالـرُّوْحُ فِيْهَـا
بِـاِذْنِ رَبِّهِـمْ مِـنْ كُـلِّ اَمْـرٍ ۝ سَلَامٌ هِىَ حَتّٰى مَـطْلَـعِ الْفَجْرِ ۝

ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں، اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں ہر حکم لے کر، وہ رات سراسر سلامتی ہے۔ صبح نکلنے تک۔

سورۃ الدخان میں ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ

ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔

اس رات کی عظیم برکت کی وجہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اسے تلاش کرو۔ الفاظ یوں ہیں۔

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کی تلاش کرو۔[1]

عشرہ ذوالحج

بابرکت زمانوں اور وقتوں میں سے ایک عشرہ ذوالحج بھی ہے۔ یعنی ماہ ذوالحج کے ابتدائی دس دن۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"ان دس دنوں سے بڑھ کر کسی بھی دن کا کوئی عمل افضل نہیں، صحابہ کہنے لگے کہ (کیا) جہاد بھی؟ فرمایا کہ ہاں، (ان دنوں کے مقابلہ میں) جہاد بھی (افضل نہیں)۔ البتہ وہ مجاہد

---

[1] صحیح بخاری مع الفتح کتاب الصوم ۴ر ۲۲۶

جو اپنی جان مال لے کر نکلا اور کچھ بھی واپس نہ لایا (یعنی شہید ہو گیا) وہ ضرور افضل ہے۔"
(۵۲)

یوم عرفہ

حاجیوں کے لئے عرفہ کا دن کس قدر فضیلت والا ہے۔ یہ سب معلوم و معروف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ میدان عرفات میں وقوف کرنے والے لوگوں پر فرشتوں کے سامنے خوشی کا اظہار فرماتا ہے کہ یہ لوگ محض میری مغفرت کی طلب میں یہاں آئے ہیں۔ اور غیر حاجی اگر اس دن روزہ رکھے تو اس کو وہ وہ برکات حاصل ہوتی ہیں جس کا اندازہ ہی نہیں۔ اور وہ ہے دو سال کے گناہوں کا کفارہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یوں ہے۔

"ہر مہینہ میں تین روزے' اور رمضان کے رمضان یہ صیام دہر ہے (یعنی سدا روزے سے رہنا ہے) اور عرفہ (نو ذوالحجہ) کا روزہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ پچھلے اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔ دس محرم کا روزہ' مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بنے گا۔" (۵۳)

یوم جمعہ

اس کے بارے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"تمام دنوں میں بہترین دن' جن میں سورج طلوع ہوتا ہے' جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی۔ اسی دن جنت میں داخل کئے گئے۔ اسی دن وہاں سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے روز ہی قائم ہو گی۔" (۵۴)

فضیلت یوم جمعہ

اس بارے میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان یوں ہے۔

---

۵۲ صحیح بخاری مع الفتح کتاب العیدین ۲/۳۸۳

۵۳ صحیح مسلم مع نووی ۸/۵۰

۵۴ صحیح البخاری مع الفتح کتاب الجمعہ ۲/۳۴۵

"اس دن میں ایک گھڑی ایسی بھی ہے کہ جو مسلمان بندہ یہ وقت پالے اور اس وقت میں وہ نماز بھی پڑھ رہا ہو تو جو بھی وہ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے دے دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ گھڑی ہے مختصری!۔" (۵۵)

سوموار اور جمعرات کے دن کی فضیلت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"سوموار اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر موحد جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیرا تا' اسے بخش دیا جاتا ہے' سوائے اس آدمی کے جس کی دوسرے بھائی کے ساتھ ناراضی ہو۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھیں مہلت دو حتی کہ آپس میں صلح کر لیں۔" (۵۶)

رات کے آخری پہر کی فضیلت

رات کا آخری تہائی حصہ نزول الٰہی کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے چنانچہ دعا و استغفار کرنے والوں کے لئے عظیم برکت اترتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"ہمارا رب تعالیٰ ہر رات جبکہ تیسرا حصہ باقی ہوتا ہے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ کوئی ہے جو مجھ کو پکارے' میں اس کی سنوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے معافی چاہے میں اس کو معاف کردوں۔" (۵۷)

غور فرمائیں کہ مسلمان بندے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا برکت ہوگی کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے افراد میں شامل ہونے کی توفیق سے نوازے آمین۔

سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ "اوقات" مختلف درجات و رتبہ کے ہیں۔ کچھ

---

۵۵ صحیح مسلم مع نووی کتاب الجمعہ ۶/۱۴۱

۵۶ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ۱۶/۱۲۲

۵۷ صحیح بخاری کتاب التوحید ۸/۱۹۷

اوقات کی خصوصیت اللہ تعالٰی کے ہاں زیادہ ہی ہے۔ اسی اعتبار سے خیر، فضیلت اور برکت بھی زیادہ ہے۔ اور ان اوقات میں برکات کا حصول بھی مشروع اور جائز طریقہ پر ہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالٰی نے فرمایا یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہنمائی کی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ناجائز عمل کے ذریعے ان اوقات کی برکات حاصل کرنا چاہے تو وہ یقیناً محروم رہے گا۔ کیونکہ برکت کا حصول "عبادت" ہے اور عبادت کی معین شرطیں ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کچھ مزید بیان آگے آئے گا۔ اور جو شخص عبادت کی کسی شرط میں کمی کرتا ہے تو وہ اپنی بدعت کی وجہ سے متوقع برکت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ اسے مطلوبہ برکت کی بجائے الٹا نحوست حاصل ہوتی ہے اللہ تعالٰی ہمیں ایسی صورت سے محفوظ رکھے۔

فصل پنجم

بابرکت کھانے اور دیگر اشیاء

زیتون کا تیل

کھانے پینے کی اشیاء جن میں برکت طلب کی جا سکتی ہے ایک تو زیتون کا تیل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

(سورۃ النور۔ آیت ۳۵)

"(وہ چراغ......) جلایا جاتا ہے زیتون کے مبارک درخت سے جو شرقی ہے نہ غربی اس کا تیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا خود ہی بھڑک رہا ہے آگ دکھائے بغیر۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح حدیث میں ہے "زیتون کا تیل کھاؤ اور بدن پر لگاؤ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔" (۵۸)

ایک دوسری حدیث میں ہے "زیتون کا تیل بطور سالن استعمال کیا کرو اور اسے جسم پر لگایا کرو یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔" (۵۹)

---

۵۸ مسند احمد ۳/۴۹۷۔ المستدرک للحاکم ۲/۳۹۸۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔

۵۹ صحیح ابن ماجہ از الشیخ البانی حفظہ اللہ ۲/۲۳۳۔ سنن ابن ماجہ حدیث ۳۳۱۹

دودھ

یہ بھی مبارک مشروبات میں سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں کہ "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پیش کیا جاتا تو بطور تعجب وخوشی فرماتے گھر میں کس قدر برکت ہے! یا پھر لفظ یوں ہوتے۔ "کس قدر برکت ہی برکت ہے۔" (۶۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جسے اللہ تعالٰی کی طرف سے کھانے کو کچھ ملے تو چاہئے کہ یوں دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْهُ

"اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بہتر رزق عنایت فرما۔"

اور جس شخص کو اللہ تعالٰی دودھ عنایت فرمائے تو اسے یوں کہنا چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

"یا اللہ ہمارے لئے اس میں برکت ڈال دے اور مزید عنایت فرما۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "میں نہیں سمجھتا کہ کھانے اور پینے سے دودھ کے علاوہ بھی کوئی شئی کفایت کرتی ہو۔" (۶۱)

حبتہ السوداء (کلونجی)، عجوہ کھجور اور کھُنبی

ان چیزوں میں بھی بہت برکت ہے۔ اور انہیں بطور دوا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ روایات میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "کلونجی میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔" (۶۲)

مزید ارشاد گرامی ہے۔ "کھنبی من کی قسم ہے (جو بنی اسرائیل پر اترا تھا) اور اس کا

---

۶۰ مسند احمد بن حنبل ۶/۱۴۵

۶۱ صحیح ابن ماجہ الشیخ البانی صاحب حفظہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ ۲/۲۳۳۔ سنن ابن ماجہ حدیث ۳۳۲۲

۶۲ صحیح ابن ماجہ لشیخ البانی صاحب حفظہ اللہ ۲/۲۵۴۔ سنن ابن ماجہ حدیث ۳۴۲۸۔ ۳۴۵۳

پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ اور عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے اور جنت کی شفاء میں سے ہے۔" (۶۳)

علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے۔ "جو شخص صبح صبح عجوہ کھجور کے سات دانے کھالے اسے اس دن کوئی زہر یا جادو نقصان نہ دے گا۔ (۶۴)

شہد

شہد بھی بابرکت اشیاء میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا اور کہنے لگا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے (یعنی اسے اسہال کی تکلیف ہے)۔ آپ نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ اس نے شہد پلایا اور آپ کے پاس آیا اور بتایا کہ میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اس کے اسہال تو زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "شہد پلاؤ"۔ چنانچہ اس نے اور شہد پلایا۔ اور حاضر خدمت ہوا اور بتایا کہ اس کے اسہال مزید بڑھ گئے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے حق و سچ فرمایا ہے مگر تیرے بھائی کا پیٹ خراب ہے۔ اسے شہد ہی پلاؤ۔" چنانچہ اس نے مزید شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔" (۶۵)

غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سورۃ النحل کی اس آیت کی طرف تھا۔ "ان مکھیوں کے پیٹ سے ایک مشروب نکلتا ہے مختلف رنگوں کا اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے" (سورۃ النحل آیت ۶۹)

آب زم زم

اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "یہ بابرکت پانی ہے اور کھانے کا کھانا بھی" (۶۶)

---

۶۴ صحیح بخاری مع الفتح ۱۰/ ۲۰۴

۶۵ صحیح بخاری مع الفتح ۱۰/ ۱۶۹

۶۶ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل ابی ذر۔ ۱۶/ ۳۰

آب باراں

بارش کے پانی کے بارے میں سورۃ ق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی اتارا۔" (سورۃ ق آیت ۹)

صحیح حدیث میں آتا ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش آگئی تو آپ نے اپنے جسم سے کپڑا اتار دیا کہ بارش کے چھینٹے آپ کے جسم پر پڑنے لگے۔ ہم نے پوچھا کہ حضرت آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے جواباً فرمایا کہ یہ ابھی ابھی اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے اتری ہے۔" (۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ جب بھی بارش آتی اپنی خادمہ سے فرماتے۔ میرے گھوڑے کی زین نکالو' میرے کپڑے نکالو اور اس آیت کا تکرار کرتے۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَاءً مُّبَارَكًا﴾(68)

(غالباً بارش کے مبارک پانی سے اپنے کپڑے اور زین کو تر کرنا چاہتے ہوں گے۔)

گھوڑا

مذکورۃ الصدر مبارک اشیاء کے ساتھ ساتھ گھوڑے کا شمار بھی ہے۔ اس کے بابرکت ہونے کا ذکر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں وارد ہے کہ "گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر (اجر وثواب اور غنیمت) قیامت تک کیلئے بندھی ہوئی ہے۔" (۶۹)

بکریاں

اس ضمن میں بکریاں بھی شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ان

---

۶۷ صحیح مسلم ۵/۱۹۵۔ کتاب الاستسقاء۔ باب الدعاء فی الاستسقاء۔

۶۸ الادب المفرد ص ۱۸۰ باب التیمن بالمطر

۶۹ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد ۳/۲۱۵

کے باڑے میں نماز پڑھ لی جائے یا نہ ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ بابرکت ہیں۔"(۶۰)

ام ھانی رضی اللہ عنہا کو آپؐ نے فرمایا تھا:

"بکری رکھو اس میں برکت ہے"(۶۱)

کھجور کا درخت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گاچھا لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ "درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کی برکت مسلمان کی طرح ہے؟" مجھے خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے میں بولنے ہی والا تھا' لیکن چپ رہا کیونکہ میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ میں سب سے چھوٹا ہوں اور دیگر بڑے بڑے دس آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا "یہ کھجور ہے"(۶۲)

الغرض یہ مطعومات اور مشروبات وغیرہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی برکت رکھی ہے۔ تاہم ان کا استعمال مشروع ومباح صورت میں ہونا چاہئے اور اس سے تجاوز ہرگز جائز نہیں۔

---

۶۰ سنن ابی داؤد حدیث ۱۸۴۔ صحیح ابی داؤد للالبانی ۱ر۳۷

۶۱ سنن ابن ماجہ حدیث ۲۳۰۴۔ صحیح ابن ماجہ للالبانی ۲ر۳۲

۶۲ صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ۔ باب اکل الجمار ۶ر۲۱۱

باب دوم

ناجائز اور حرام تبرک کا بیان

تمہید	جاہل لوگوں میں تبرک کا مفہوم
فصل اول	تبرک کے لئے ممنوع مقامات
فصل دوم	تبرک کے لئے ممنوع اوقات
فصل سوم	اولیاء وصالحین اور ان کے آثار سے تبرک؟
خاتمہ	نتائج اور خلاصہ۔

باب دوم

تمہید

جاہلی لوگوں میں تبرک کا مفہوم

اس مقالہ کی تمہید میں ذکر ہو چکا ہے کہ لغت میں "مبارک" اس شئی کو کہتے ہیں "جس سے بہت زیادہ خیر حاصل ہو۔" اور برکت میں "نشوونما اور زیادتی" کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اور جاہلی لوگ بھی ایک عام انسان کی طرح روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والی اشیاء از قسم مال، جان، قبیلہ اور اولاد وغیرہ میں اضافہ و زیادتی کے خواہاں ہوتے تھے۔ "یہ زیادتی، اضافہ اور نشوونما" جو برکت کا اصل جوہر ہے، وہ لوگ اپنے معبودوں اور بتوں سے حاصل کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ان بتوں سے بہت زیادہ خیر حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ مبارک ہیں۔ حتی کہ وہ لوگ بھی جو کہ اپنے افعال کو اللہ تعالٰی کی طرف نسبت کرتے تھے ان کا عقیدہ بھی اس طرح تھا کہ اللہ تعالٰی کی تاثیر میں ان بتوں کی روحانیت کو بھی دخل ہے۔ (نعوذباللہ من ذلک) اسی انداز سے وہ اپنا عقیدہ و عمل ظاہر و ثابت کرتے تھے۔ اور قرآن حکیم میں واردان کے قول کا مفہوم بھی یہی ہے۔

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

"ہم ان (بتوں) کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارا مرتبہ اللہ کے ہاں قریب کر دیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ تبرک کی تمنا و طلب سابقہ جاہلیت کے اعمال میں ایک اہم عمل تھا۔

مشہور مفسر آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "اہل مکہ کے ہر ہر گھر میں ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی سفر پر جا رہا ہوتا تو گھر سے نکلتے وقت اس کا آخری عمل

اس بت کا مسح کرنا ہوتا تھا۔ اور ایسے ہی جب وہ واپس آتا تو گھر میں داخل ہو کر پہلا کام جو کرتا وہ اپنے بت کا مسح ہی ہوتا۔"(۴۳)

بلاشبہ مسح کرنے والا اپنے اس عمل سے اپنے جسم و جان میں برکت کا ہی قصد کرتا تھا۔ کیونکہ یہ بت اس کے نزدیک ایک مبارک شئی ہوتی تھی۔ اور مسح کرنے سے برکت کا ایک حصہ اس میں منتقل ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات عابد کا مقصد تعظیم معبود اور حصول برکت بھی ہوتا۔

الصالحی نے ابن اسحق سے روایت کیا ہے کہ بنو اسمٰعیل میں پتھروں کی پوجا اس طرح شروع ہوئی کہ معاشی حالات سے تنگ آکر فراخی رزق کی تلاش میں جب یہ لوگ مکہ سے نکلتے تو اپنے ساتھ حرم کا کوئی پتھر اپنے ساتھ رکھ لیتے' اعتقاد حرم کی تعظیم ہوتا' جہاں پڑاؤ کرتے' وہاں یہ پتھر رکھ کر اس کا اسی طرح طواف کرتے جیسا کہ کعبہ میں ہوتا ہے اور ہوتے ہوتے یہ عادت اس کیفیت کو جا پہنچی کہ جو پتھر بھی انھیں پسند اور خوب لگا اسی کو پوجنے لگے۔ اور جب پہلی نسلیں ختم ہو گئیں جنھوں نے یہ کام ایک خاص نظر سے شروع کیا تھا' اور بعد والے لوگوں میں وہ نظریہ نسیاً منسیاً ہو گیا اور ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا دین یکسر بدل کے رکھ دیا گیا۔ چنانچہ بتوں کی عبادت شروع کر دی گئی اور سابقہ امتوں والی گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان میں یہ عمل بطور ایک ریت اور رواج کے باقی رہا جو ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا کہ بیت اللہ کی تعظیم کرتے اور طواف بھی۔(۴۴)

اس سے واضح ہوا کہ کعبہ کے پتھروں کی تعظیم اور ان سے تبرک جو غیر مشروع طریقہ سے شروع ہوا' ان لوگوں میں بتوں کی تعظیم و عبادت اور ان سے تبرک کا ذریعہ بنا۔ اور عبادت کے تمام مظاہر از قسم ذبح' نذر' نیاز اور ان سے نفع و نقصان کا اعتقاد وغیرہ ان بتوں کی طرف نسبت کر دیے گئے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے جانور اور اموال ان بتوں کے پاس لاتے تاکہ ان میں برکت ہو یا ان کی بیماری اور آفت ٹل جائے۔

الصالحی کا بیان ہے کہ بنی ملکان بن کنانہ کا ایک بت تھا جسے "سعد" کا نام دیا گیا تھا۔ یہ ایک بڑا سا پتھر تھا جو کھلی زمین میں رکھا گیا تھا۔ لوگ اپنے جانور اس کے قریب ذبح کرتے

۴۳؎ بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب۔ ۲/۲۰۶

۴۴؎ سبل الھدی والرشاد للصالحی۔ ۲/۲۴۲

اور خون اس پر ڈالتے تھے۔ اس طرح اس کی شکل قدرے ڈراؤنی سی ہو گئی تھی۔ ہوا یہ کہ ان کا ایک آدمی اپنے جنگلی اونٹ تبرک کی غرض سے اس کے پاس لایا۔ اونٹ جب اس کے قریب آئے تو یہ عجیب وغریب صورت دیکھ کر بدک گئے اور ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مالک کو اس پر بہت غصہ آیا۔ ایک پتھر اٹھایا اور اس بت کے دے مارا اور کہنے لگا "اللہ تجھ میں برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ بھگا دیئے" اور اپنے اونٹ اکٹھے کرنے چلا گیا۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو کہنے لگا۔

أتـيـنـا إلـى سـعـد ليـجـمـع شـمـلـنـا

فشـتـتـنـا سـعـد فـلا نـحـن مـن سـعـد

وهـل سـعـد إلا صـخـرة بـتـنـوفـة

مـن الارض لا يـدعـى لـغـي ولا رشـد

"ہم تو سعد (بت) کے پاس آئے تھے کہ ہماری حالت بہتر ہو، لیکن سعد نے تو ہمیں پریشان کر دیا، لہٰذا ہمارا سعد سے کوئی تعلق نہیں۔ سعد تو بنجر زمین میں ایک پتھر محض ہے۔ ہدایت کی طلب یا گمراہی سے بچنے کے لئے اسے کیا پکارنا۔" (۵)

اس دوسرے شعر میں اشارہ ہے کہ یہ آدمی شاید راہ حق پر آگیا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بت کسی قسم کی برکت نہیں دے سکتا نہ ہی اس سے کچھ طلب کرنا صحیح ہے۔ یہ تو خالی خولی پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔۔ اگر اس بدوی کو یہ انکشاف نہ ہوتا تو اسے پتھر نہ دے مارتا اور بالخصوص اپنے شعر میں وہ یہ وضاحت کرتا ہے کہ یہ کسی بھی مشکل میں پکارے جانے کا اہل نہیں ہے جبکہ لوگ بتوں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور جاہلی لوگوں میں اس قسم کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی کیونکہ انھیں ڈر رہتا تھا کہ کہیں اس کے سبب کوئی دکھ نہ آپہنچے۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ قبیلہ ثقیف کے لوگ اپنے بت "لات" کو توڑنے سے خوف کھانے لگے۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی مصیبت نہ آپڑے۔ ان کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ربّۃ (رب کی مؤنث اشارہ ہے لات بت کی طرف) کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا کہ اسے روند ہی ڈالیں۔۔۔ وہ بولے۔۔۔ نہ نہ، اگر ربّۃ کو

---

(۵) سُبل الہدیٰ والرشاد للصالحی ۲/۲۴۳

علم ہو گیا کہ ہم اسے توڑنا اور روندنا چاہتے ہیں تو وہ ہمارے لوگوں کو قتل کر ڈالے گی۔۔۔ اس موقعہ پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔۔۔ عبدیالیل! بہت افسوس کی بات ہے تو کتنا ناسمجھ اور احمق ہے' وہ ربہ تو پتھر ہے! وہ لوگ عمر کی بات سن کر کہنے لگے۔۔۔ اے ابن خطاب! ہم تیرے پاس تو نہیں آئے۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔۔۔ حضرت آپ خود ہی اسے گرانے اور توڑنے کا بندوبست کیجئے ہم تو اسے نہ گرائیں گے۔۔۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کچھ لوگ بھیج دوں گا جو اسے ہدم کر دیں گے۔۔۔ چنانچہ وہ وفد واپس چلا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت بھیج دی جن میں ابوسفیان بن حرب اور مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہما شریک تھے۔ اس جماعت کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور بت کو توڑنے کا کام شروع ہوا تو قبیلہ کے تمام لوگ مرد' عورتیں' بچے حتی کہ پردہ نشین دوشیزائیں بھی پردے سے باہر آ گئیں اور یہ لوگ الگ دور چلے گئے۔ وہ اس بت کو ہدم ہوتا ہوا دیکھنا نہ چاہتے تھے۔ اور ان کا گمان تھا کہ وہ بت اپنی حفاظت خود کرے گا۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک بڑا سا کلہاڑا لیا اور پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا میں تمہیں ایک تماشا نہ دکھاؤں۔۔۔؟ ساتھیوں نے کہا: کیوں نہیں!۔۔۔ تو انھوں نے اس کلہاڑے یا پھاوڑے سے بت کو ایک چوٹ لگائی اور ایک چیخ مار کر منہ کے بل گر گئے۔۔۔ اور ظاہر یہ کیا کہ گویا وہ بیہوش ہو گئے ہیں۔۔۔ ادھر وادی طائف ان لوگوں کی خوشی اور شور و شغب سے گونج اٹھی کہ "لات نے مغیرہ کو گرا لیا ہے!۔۔۔ اور بولے: اب بتاؤ مغیرہ! اگر ہمت ہے تو اور مارو!۔۔۔ کیا تمہیں خبر نہ تھی کہ یہ اپنے دشمن کو ہلاک کر ڈالتی ہے!۔۔۔ جس میں ہمت ہو آگے بڑھے اور اسے توڑ دکھائے! اللہ قسم! اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا"۔۔۔

وہ لوگ اسی قسم کی باتیں بنا رہے تھے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ ہنستے ہوئے اٹھے اور بولے واللہ! اے بنو ثقیف! میں تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ یہ کمینی تو مٹی اور پتھر ہے۔ پھر دروازے پر چوٹ لگائی اور اسے پاش پاش کر دیا۔ پھر اس کی دیواروں پر چڑھ گئے اور اسے گرانے لگے حتی کہ اسے زمین کے برابر کر دیا۔۔۔

اس کا چابی بردار بولا۔۔۔ اس کی بنیاد کو ضرور غصہ آئے گا اور انھیں زمین میں دھنسا دے گی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو خالد رضی اللہ عنہ سے بولے مجھے چھوڑیئے میں

اس کی بنیاد بھی کھود ہی ڈالوں ـــ۔ حتی کہ اس کی مٹی تک نکال باہر کی۔ اور پھر اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور اس کے اچھاڑ اور زیورات وغیرہ لے کر چلتے بنے۔(۷۶)

غاوی بن عبدالعزیٰ کا قصہ

گزشتہ صفحات میں ایک بدوی کا قصہ بیان ہوا ہے کہ اس نے اپنے بت "سعد" کا کفر کیا۔ اس کے اونٹ اسے دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حسب توقع اسے کوئی برکت حاصل نہ ہوئی تھی۔ اسی طرح کا ایک قصہ غاوی بن عبدالعزیٰ کا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک بار قبیلہ بنی سلیم کے بت سواع کے پاس تھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ دو لومڑیاں بھاگتی ہوئی آئیں اور اس بت پر چڑھ گئیں اور اس پر پیشاب کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر غاوی پکار اٹھا۔

أرب يبول الثعلبان برأسه　　　لقد ذل من بالت عليه الثعالب

کیا رب کے سر پر لومڑیاں پیشاب کیا کرتی ہیں؟ جس پر لومڑیاں پیشاب کرتی ہوں وہ تو نہایت ہی ذلیل و حقیر ہے۔

پھر کہنے لگا۔ اے جماعت سلیم! اللہ کی قسم! یہ بت نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان' نہ کچھ دے سکتا ہے اور نہ کچھ روک سکتا ہے۔ پھر اسے توڑ پھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔

یہ فتح مکہ کا سال تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ بولا: غاوی بن عبدالعزیٰ (یعنی گمراہ ولد غلام عزیٰ) آپ نے فرمایا کہ نہیں اب تیرا نام راشد بن عبدربہ (یعنی ہدایت یافتہ ولد عبد رب) اور اسے اپنی قوم کا رئیس قرار دیا۔(۷۷)

عمرو بن الجموح کا واقعہ

عمرو بن الجموح اپنے قبیلہ بنی سلمہ کے شرفاء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر

---

۷۶ ادیان العرب فی الجاہلیۃ از محمد نعمان بن الجارم ص ۱۵۰۔ الروض الانف للسہیلی ص ۱۹۹/۴

۷۷ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ از ڈاکٹر جواد علی ص ۲۵۹

میں لکڑی کا ایک بت رکھا ہوا تھا۔ جب قبیلہ کے کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اس بت کو کوڑا کرکٹ کے گڑھے میں جا پھینکا۔ مزید یہ کہ اسے ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ بھی دیا۔ عمرو نے یہ منظر دیکھا تو راہ راست پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ درج ذیل ابیات ان کے کہے ہوئے ہیں۔

والله لو كنت إلها لم تكن
أنت وكلب وسط البئر في قرن

أف لملقاك إلها مستدن
ألآن فتشناك عن سوء الغبن

الحمد لله العلي ذي المنن
الواهب الرزق ديان الدين

هو الذي أنقذني من قبل أن
أكون في ظلمة قبر مرتهن

قسم اللہ کی اگر تو الہ ہوتا تو کتے کے ساتھ بندھا ہوا گڑھے میں نہ پڑا ہوتا۔
اے مجاوروں والے معبود! تیری یہاں پڑے ہونے پر صد افسوس! تیرے دھوکے بازی کا تو ہمیں اب علم ہوا ہے۔ حمد ہے اللہ کی جو عالی ہے احسان کرنے والا ہے رزق عنایت کرتا ہے اور یوم جزا کو بہتر بدلہ دینے والا ہے۔ وہی ہے جس نے مجھے قبر کے اندھیرے میں پکڑے جانے سے پہلے پہلے بچا لیا۔ (۸)

سابقہ جاہلی لوگ اپنے بتوں کے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ ان سے اسلحہ جات میں بھی برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی برکت کی بناء پر دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس نظریہ سے متعلق ابو واقد اللیثی کی ایک روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوئے اور کفر چھوڑے ہمیں تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ وہاں مشرکین کا ایک بیری کا درخت تھا۔ وہ لوگ وہاں آ کر اس کے گرد اگرد پھیرے لگاتے طواف کرتے اور اپنے اسلحہ جات اس پر لٹکاتے' جس کا نام "ذات انواط" رکھا گیا تھا۔ تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط بنا دیں جیسا کہ ان مشرکین کے

---

(۸) ادیان العرب فی الجاہلیۃ ص ۱۵۷

لئے ہے (یعنی کوئی ایسا درخت وغیرہ ہو جس پر ہم اپنا اسلحہ وغیرہ بطور تبرک لٹکایا کریں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا۔ اللہ اکبر! قسم اللہ کی یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔ "ہمیں بھی ایک معبود بنا دیں جیسا کہ ان کا معبود ہے۔ تم ضرور ان پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے۔" (۷۹)

الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ نے اس موضوع پر بالتفصیل لکھا ہے کہ وہ لوگ حصول برکت کے لئے ہی اپنا اسلحہ اس درخت پر لٹکاتے تھے۔ (۸۰)

زمانہ جاہلیت میں حصول تبرک محض بتوں تک محدود نہ رہا تھا بلکہ لوگ ان کے خدمت گار مجاوروں سے حتیٰ کہ ان کے کپڑوں تک سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ (۸۱)

امام شاطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ...... "بسا اوقات تبرک کا عقیدہ ذہن میں جما لیا جاتا ہے حالانکہ درحقیقت کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ تبرک عبادت کی اصل بنیاد ہے۔ اور اس وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی۔ اور اصحاب سیرت بیان کرتے ہیں کہ سابقہ امتوں میں بتوں کی عبادت کی اصل وجہ یہی تبرک کا حصول ہی تھا۔ (۸۲)

---

۷۹ مسند احمد ۵/۲۱۸۔ النہج السدید میں اس روایت کو صحیح کہا ہے ص ۴۳

۸۰ فتح المجید ص ۱۴۳

۸۱ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ص ۲۲۲

۸۲ الاعتصام للشاطبی ص ۹

فصل اول

تبرک کے لئے ممنوع مقامات

بیان ہو چکا کہ مساجد' مشاعر مقدسہ' مکہ' مدینہ اور سرزمین شام مبارک مقامات ہیں ان میں بہت زیادہ خیر و برکت ہے۔ لیکن ان مقامات میں بھی حصول تبرک شرعی طریقہ سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ ان کی کھڑکیاں' دروازے اور چوکھٹیں چومنا جائز نہیں' نہ ہی وہاں کی مٹی خاک شفا سمجھی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی حرم مبارک کے مشاعر ـــــ کہ مشروع مخصوص اوقات کے علاوہ وہاں وقوف کرنا' برکت کی غرض سے' بے معنی ہے۔ اس لئے کہ "تبرک" ایک طرح کی عبادت ہے اور عبادت موقوف ہے صاحب شریعت کی اتباع پر ـــــ لیکن بدعتی اور غالی لوگ مقامات مقدسہ میں تبرک کے حصول میں اتباع رسول کے پابند نہیں رہے انہوں نے صالحین کی قبروں بلکہ ہر اس جگہ سے جہاں کوئی مبارک کام ہوا تبرک حاصل کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت' یا وہ مقام جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے یا بیٹھے جیسے کہ غار ثور وغیرہ یا اتفاقاً آپ نے وہاں نماز پڑھی۔[۸۳]

اس سلسلے میں یوسف السید ہاشم الرفاعی نے لکھا ہے کہ "متبرک مقامات جہاں کا

---

[۸۳] آئندہ صفحات میں چند لوگوں کا ذکر بغرض تردید کیا گیا ہے جو بدعات کے قائل و فاعل ہیں۔ مثلاً یوسف السید ہاشم الرفاعی' محمد علوی عباس' اور محمد امین کردی۔

توسل اور دعا مقبول ہونے کی امید ہو از قسم مساجد اور مقابر وغیرہ کا قصد کرنا شرعاً جائز ہے۔" (۸۴)

محمد علوی عباس نے اپنی تالیف "فی رحاب البیت الحرام" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت کے بارے میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے الشیخ عباس قطان مرحوم رئیس عاصمہ مقدسہ (مکہ مکرمہ) کو توفیق بخشی کہ جلالتہ الملک عبدالعزیز کی خصوصی اجازت سے اس گھر کی دوبارہ تعمیر کی جبکہ وہ بالکل منہدم ہو گیا تھا' اور لوگوں کو اس کی پرواہ تک نہ تھی۔ اور اس میں ایک عظیم لائبریری "مکتبہ مکہ مکرمہ" کے نام سے قائم کر دی گئی جو عام لوگوں کے استفادہ کے لئے کھلی رہتی ہے۔ اور یہ سب اس مناسبت سے کیا گیا جو اس مکان کے لائق تھا۔ (۸۵)

اسی مذکور کتاب میں مصنف نے ایک عنوان قائم کیا ہے "مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف میں واقع مساجد اور آثار" پھر اس کے ذیل میں جائے ولادت نبوی' سیدہ خدیجہ کا مکان' حضرت علی بن ابی طالب کی جائے ولادت' دار ارقم بن ابی الارقم' غار حرا اور غار ثور کا تذکرہ کیا ہے۔ مولف کا انداز یہ ہے کہ وہ ان مقامات کو لوگوں کے لئے نمایاں کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ ان کی زیارت کریں اور تبرک حاصل کریں جو کہ صحابہ کے اسوہ و سیرت کے بالکل خلاف ہے۔

محمد امین کردی کہتے ہیں کہ "عام لوگوں کا دستور عمل کہ اولیاء کی چوکھٹوں اور تابوتوں کو چومتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ تبرک مقصود ہو۔" (۸۶)

کچھ بریلوی مشائخ کا کہنا ہے کہ برکات کے حصول کے لئے قبر کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اولیاء کی قبریں شعائر اللہ میں سے ہیں جن کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔" (۸۷)

خلاصہ یہ کہ اہل بدعت کے ہاں حصول تبرک کا انداز اس طرح کا ہوتا ہے جو بالآخر

---

۸۴ الرد المحکم المنیع ص ۷۵

۸۵ فی رحاب البیت الحرام ص ۲۶۳

۸۶ النقشبندیہ ص ۵۱

۸۷ البریلویۃ عقائد و تاریخ ص ۱۲۴

شرک تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ قبروں پر جانوروں کا ذبح کرنا' ان کے گرد اگرد پھیرے لگانا یعنی طواف کرنا' ان میں مدفون لوگوں سے مدد مانگنا وغیرہ۔ جیسا کہ ہم مختلف اسلامی ملکوں میں جا بجا "قبور اولیاء" کے نام سے منتشر مقامات پر دیکھتے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ تبرک عبادت ہے۔ اور اس کی تفصیل صاحب شریعت سے ہی مل سکتی ہے۔ اور اس میں غلو اور تجاوز ہرگز جائز نہیں۔ درج ذیل تفاصیل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صحیح بخاری میں "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا۔"

امام ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے قول میں یہ اشارہ ہے کہ امور دین میں شارع علیہ السلام کی بات ہی قابل قبول ہے اور جن باتوں کی حقیقت معلوم نہ ہو سکے ان میں بھی سر تسلیم خم ہونا چاہیے۔ اور اتباع نبی کا یہ ایک اہم اصول و قاعدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی قابل اتباع ہیں خواہ ان کی حکمت معلوم نہ ہو۔ (۸۸)

۲۔ ابن وضاح' مروان بن سوید اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ایک صبح ہم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک راستے پر جا رہے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ امیر المومنین! یہاں ایک مسجد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک بار نماز پڑھی تھی۔ تو یہ لوگ وہاں نماز پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ بھی اسی طرح گمراہ ہوئے۔ وہ اپنے انبیاء کے آثار و نشانات کے درپے ہوئے انہیں عبادت گاہیں بنالیا۔ اگر کسی کو اتفاقاً ایسے مقامات پر نماز کا وقت ہو جائے تو وہاں نماز پڑھ لے ورنہ اپنی راہ لے اور قصداً و عمداً ادھر کا رخ نہ کرے۔

اس طرح کی ایک روایت معرور بن سوید سے بھی منقول ہے۔ (۸۹)

۸۸ے صحیح البخاری مع الفتح ۳ر۴۷۰   ۸۹ے البدع والنہی عنہا۔ ابن وضاح ص ۴۱

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل میں عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے منقول ہے کہ ابو بصرہ غفاری حضرت ابو ہریرہؓ سے ملے جبکہ ابو بصرہ کوہ طور سے واپس آرہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ کوہ طور سے آرہا ہوں۔ میں نے وہاں نماز پڑھی ہے۔ اس جواب پر ابو ہریرہؓ کہنے لگے' تمہارے جانے سے پہلے اگر میری ملاقات ہو جاتی تو تم نہ جاتے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ' وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی(90)

"تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف پالان نہ کسے جائیں۔ (یعنی سفر عبادت نہ کیا جائے) مسجد حرام' میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔"

۴۔ طبقات ابن سعد میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ کچھ لوگ بیعت رضوان والے درخت کی زیارت کو جاتے اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انھیں سخت تنبیہ کی اور درخت کے کاٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کاٹ دیا گیا۔ (۹۱)

۵۔ ابن وضاح کہتے ہیں کہ امام مالکؒ بن انس اور دیگر علماء مدینہ قباء اور احد کے علاوہ دیگر مساجد و آثار نبوی کے قصد کو مکروہ سمجھتے تھے۔

وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ بیت المقدس تشریف لے گئے اس میں نماز پڑھی لیکن دیگر آثار وغیرہ کے درپے نہ ہوئے۔ اور نہ ہی ان میں جاکر نماز پڑھی۔ اور یہی دستور عمل ہے دیگر علماء متبوعین کا۔ حضرت وکیع بھی بیت المقدس آئے اور حضرت سفیان کے عمل سے تجاوز نہ کیا (۹۲)

۶۔ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

۹۰ مسند احمد۔ ۶/۷۔ شیخ البانی حفظہ اللہ نے ارواء الغلیل ۳/۲۲۳ میں اسے حسن کہا ہے۔ اور یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔

۹۱ الطبقات۔ ۲/۱۰۰ اور یہ اثر صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو مرویات غزوۃ الحدیبیہ ص ۱۲۷۔ کتاب البدع۔ ابن وضاح۔ ۴۳ ۹۲ مصدر مذکور۔

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِیْ عِیْدًا، وَصَلُّوا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ كُنْتُمْ (93)

"اپنے گھروں کو قبرستان' اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔ اور مجھ پر صلاۃ (درود) پڑھا کرو۔ تمہاری صلاۃ (درود) تم جہاں بھی ہو مجھے پہنچا دی جاتی ہے۔"

بلاشبہ زیارت کی نیت کے علاوہ قبروں پر جانا دعا اور برکت کی غرض سے ہی ہوتا ہے۔ اور لوگ بالعموم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہاں جا کر دعا کرنا زیادہ افضل ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ جگہ قبولیت والی ہے۔ یقیناً یہ طرز عمل "اتخاذھا عیدا" یعنی میلہ گاہ بنانے میں شامل ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے روکا گیا ہے تو دیگر قبریں بطریق اولی ممنوع ہوئیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نبی یا بزرگ کی قبر پر نماز پڑھنے کی نیت سے گیا کہ وہ جگہ مبارک ہے تو اس کا یہ عمل اللہ و رسول کے معارض' اسلام کے خلاف اور نئے دین کی ایجاد ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔ مسلمانوں کا اجماع ہے اور دین رسول اللہ کا اہم مسئلہ ہے کہ قبر کے پاس نماز خواہ وہ کسی کی بھی ہو' اس میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں' اور نہ ہی اس جگہ کی کوئی اہمیت ہے۔ البتہ اس میں گناہ کا شر اور ضرر ضرور ہے۔ (۹۴)

شیخ الاسلامؒ مزید لکھتے ہیں ...... کہ غار حرا' غار ثور' کوہ طور' نعل نبی پر بنی ہوئی عمارت' یا مقام ولادت نبوی' یا مقام بیعت عقبہ وغیرہ مقامات جو انبیاء و صالحین کی طرف کسی طرح منسوب ہیں' امت کے لئے کسی طرح جائز نہیں کہ ان کی زیارت اور وہاں جا کر نماز وغیرہ کا قصد کریں۔ اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ اگر یہ عمل مشروع و مستحب یا کار ثواب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لوگوں کو اس کی خبر دیتے' خود ان کا شوق کرتے' صحابہ کو تعلیم فرماتے اور پھر صحابہ کرام بھی ضرور جانتے ہوتے اور اپنے بعد آنے والوں کو ان سے مطلع کرتے۔ جب ان حضرات نے اس جانب کوئی توجہ نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ اعمال لوگوں

---

۹۳ شیخ البانیؒ حفظہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن ابی داؤد ا/ ۳۸۳ و سنن ابی داؤد ۲۰۴۲

۹۴ اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۴

کے خود ایجاد کردہ بدعت ہیں۔ جنہیں سلف صالح نے عبادت' طاعت یا تقرب الی اللہ شمار نہیں کیا۔ تو جو شخص ان اعمال کو عبادت' طاعت اور تقرب گردانتا ہے وہ ان صالحین کے طریقہ پر نہیں ہے۔ اور اس نے ایسا دین بنایا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا۔" (۹۵)

الشیخ عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم مملکۃ عربیہ سعودیہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام قلمکاروں کی تردید کی ہے جنہوں نے بعض اخبارات کے ذریعہ یہ مطالبہ کیا تھا کہ آثار رسول کا احیاء کیا جانا چاہئے۔ مثلاً سفر ہجرت کا راستہ' ام معبد کے خیمہ کی جگہ' اور وہ مقامات جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ مفتی صاحب حفظہ اللہ نے واضح فرمایا کہ یہ عمل ابتدا ہوگی ان مقامات کی تعظیم کی اور بعد ازاں وہاں دعا اور نماز وغیرہ کی۔ اور یہ ذریعہ ہے شرک کا! (۹۶)

ایسے تمام مقامات جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر محض اتفاقاً نماز پڑھی ہے اور اس کا کوئی خصوصی قصد نہیں فرمایا تو ان کا تتبع یا وہاں نماز کا اہتمام اور ان جگہوں میں تقرب الی اللہ نہ مقصود اسلامی ہے نہ مشروع دینی۔ خواہ وہ مقام بدر ہو یا مقام بیعت رضوان یا خیمہ ام معبد یا کوئی اور!!!

ایک اعتراض اور اس کا جواب

صحیح بخاری میں وارد ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو ایک انصاری اور بدری صحابی ہیں' ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ! میری نظر خراب ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کا امام ہوں۔ جب بارش آتی ہے اور وادی میں پانی آجاتا ہے تو میں ان کے ہاں مسجد میں نہیں جا سکتا کہ انہیں نماز پڑھا سکوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے غریب خانہ میں نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لئے جائے نماز بنالوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان شاء اللہ میں آؤں گا۔"

حضرت عتبانؓ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دن جب سورج اونچا چڑھ آیا تو رسول اللہ صلی

---

۹۵ اقتضاء الصراط المستقیم ص ۴۲۴-۴۲۶

۹۶ مجموعہ فتاویٰ و مقالات ابن باز ۴۲۴-۴۲۶

اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں تشریف لائے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور میں انہیں گھر کے اندر لے آیا۔ آپؐ اندر آئے اور بیٹھے نہیں بلکہ دریافت فرمایا کہ آپ کہاں پسند کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کی ایک جانب اشارہ کر دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' اللہ اکبر کہا ہم نے بھی صف بنالی آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام کہا۔ (الحدیث)(۹۸)

اس قصہ میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی درخواست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں جائے نماز سے تبرک لینا ہرگز مقصود نہیں۔ بلکہ ان کا مطلوب یہ تھا کہ بارش وغیرہ کے عذر کی وجہ سے جب مسجد میں حاضری مشکل ہوا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھ کر ان کے لئے عملاً یہ جواز مہیا فرما دیں کہ بوقت ضرورت گھر میں نماز باجماعت جائز اور صحیح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر کی اس مسجد کا افتتاح فرمائیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے "گھروں میں مساجد کا بیان' اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھی۔" اور یہ امام بخاریؒ کی فقہ اور ان کا دقیق استنباط ہے۔ اور مقصود یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے یہ ثابت فرما دیں کہ عندالحاجت گھر میں جماعت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے صحابی حضرت براءؓ نے کیا تھا۔ اور ان پر انکار نہیں کیا گیا' جبکہ یہ زمانہ تشریع ہے۔ اس واقعہ میں ایک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی صحیح سمت متعین فرما دیں کیونکہ اگر کسی غلطی کا احتمال ہوا بھی تو بذریعہ وحی اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

اگر اس جگہ سے تبرک مقصود ہوتا تو یقیناً حضرت عتبان بن مالکؓ کے بعد ان کے وارثین اور دیگر لوگوں میں یہ جگہ بطور تبرک معروف رہتی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ اور آپ کے بال مبارک صحابہ میں ایک دوسرے کو منتقل ہوتے رہے۔ اور ان کا مقصود بھی ان اشیاء سے حصول تبرک ہی ہوتا تھا۔

---

۹۸ صحیح بخاری مع الفتح ۱/ ۵۰۷

البتہ جو عمل حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامہائے نماز کا تتبع اور قصد کیا کرتے تھے اور وہاں جا کر نماز بھی پڑھتے تھے تو ان کے عمل میں اس بات کا اشارہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ اس مخصوص جگہ کے متبرک ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ بلکہ درحقیقت ان کا مقصود اقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تھا۔ اور یہ ان کا انفرادی اجتہاد تھا۔ اور یہ بھی معروف ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں اتباع رسول کا جذبہ انتہائی حد تک تھا۔(۹۸)

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انہوں نے ان مقامات پر نماز پڑھنے کی غرض سے کبھی خصوصی سفر نہ کیا تھا۔ بلکہ اس قدر ہے کہ جب کبھی مدینہ مکہ کے درمیان سفر کرتے تو انہی مقامات پر پڑاؤ ڈالنے کی کوشش کرتے جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اور ان مقامات پر نماز کی ادائیگی جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی محض حصول ثواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اقتداء کی غرض سے تھی۔ نیز ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس انداز سے یہ مبالغہ آرائی نہیں کی کہ کہیں کسی فتنہ میں ہی نہ مبتلا ہو جائیں۔ جیسا کہ قبل ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بیان ہوا ہے۔

اور یہ بات تو کسی سے بھی مخفی نہیں کہ خلفاء اربعہ اور دیگر بے شمار صحابہ کرام نے مکہ مدینہ کے درمیان کتنے ہی سفر کیے اور کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا قصد کیا ہو کہ وہاں جا کر کے نماز پڑھیں' دعا ہی کر لیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو بالضرور اس کی خبر ہم تک پہنچتی جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ہم تک پہنچا ہے۔

تنبیہہ ---- یہ مسئلہ واضح ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام نے اجماعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامہائے نماز کا قصد نہیں کیا۔ اس کا اطلاق ان مقامات پر ہرگز ہرگز نہیں ہوتا جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصداً و عمداً نماز پڑھتے تھے۔ مثلاً طواف کے موقع پر مقام ابراہیم کے پیچھے' یا ریاض الجنہ میں ستون مصحف کے پاس' یا منیٰ میں مسجد خیف وغیرہ۔

۹۸۔ سیر اعلام النبلاء۔ ۳/ ۲۱۳ وما بعد۔

مقام ابراہیم۔۔۔۔ حجۃ الوداع کی تفصیلی روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں وارد ہے کہ ...... طواف مکمل کرنے کے بعد آپ مقام ابراہیم کی جانب تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت کی۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

"اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔"

یہ آیت پڑھتے ہوئے آپ نے اپنی آواز بھی بلند فرمائی تاکہ لوگ سن لیں۔ تب آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔(۹۹)

صحابہ کرام اس عمل میں یعنی مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ موقع و مقام مطلوب و مقصود ہے اور سنت میں داخل ہے۔ اور رسول اللہ نے آیت کریمہ کا مفہوم عملی طور پر واضح فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "طریقہ حج مجھ سے اب سیکھ لو۔ شاید آئندہ حج نہ کرسکوں۔"(۱۰۰)

الغرض مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت مناسک حج کا حصہ ہے۔

ریاض الجنتہ۔۔۔۔ اور مسجد نبوی میں ریاض الجنتہ کے حصہ میں درمیانی ستون کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمۃ بن اکوع کے ساتھ مسجد نبوی میں آتا تو وہ مصحف والے ستون کے قریب نماز پڑھتے۔ میں نے پوچھا "اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کوشش کرکے اس ستون کے قریب نماز پڑھتے ہیں؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ کوشش کرکے اسی کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے۔(۱۰۱)

مسجد خیف۔۔۔۔ منیٰ میں مسجد خیف کے بارے میں روایات وارد ہیں کہ اس میں ستر

---

۹۹ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ از الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی ص ۵۸

۱۰۰ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ از الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی ص ۸۲

۱۰۱۔ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ از الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی ص ۸۲

نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔(۱۰۲)

اور انبیاء کا مسلسل بالاتفاق اس میں نماز پڑھنا اس عمل کے مشروع ہونے کی دلیل ہے اور یہ کہ یہ جگہ فضیلت والی ہے۔ لیکن پھر بھی واجب کسی نے نہیں کہا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے ہی صحابہ نے حج کیا مگر اس میں نماز نہیں پڑھی۔ تو آپؐ نے کسی پر اعتراض نہیں فرمایا۔

فصل دوم

تبرک کے لئے ممنوع اوقات

ماہ رمضان' شب قدر اور جمعہ کے دن کا تذکرہ ہو چکا کہ یہ مبارک اوقات ہیں۔ اور ان اوقات میں برکت کا حصول اللہ تعالیٰ کے ذکر اور روزہ وغیرہ کے مشروع عمل سے ہی ممکن ہے۔ اگر ان اوقات میں غیر شرعی اور ناجائز اعمال کے ذریعے برکت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ صلالت اِبجاد بندہ بدعت کہلائے گی۔

اگر کوئی شخص عید اور جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرتا ہے اور چاہے کہ اس عمل سے برکت حاصل ہو تو یہ ہرگز جائز نہ ہو گا کیونکہ یہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کسی وقت معین میں برکت کا حصول عین عبادت ہے اور وہ محض اتباع شریعت میں ہی ممکن ہے۔

تو جو لوگ اپنی دانست سے کچھ ایام و اوقات از قسم میلاد رسول' یوم معراج' یوم ہجرت یا یوم بدر وغیرہ متعین و مخصوص کر کے ان میں عبادات اور اجتماع وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ بدعتی اور غالی قسم کے لوگ اس مذموم تبرک میں از حد مبتلا ہیں۔ کچھ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ رات جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے وہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔(۱۰۳)

---

۱۰۲ اس حدیث کو شیخ البانی حفظہ اللہ نے تحذیر الساجد (ص ۱۰۶) میں اور امام منذری (۲-۱۲) اور امام الازرق نے اخبار مکہ (۳۵) میں حسن کہا ہے۔ امام مقدسیؒ نے المختارۃ ۲۴۹/۲ میں اسے روایت کیا ہے۔

۱۰۳ مفاہیم یجب ان تصحح۔ از محمد علوی مالکی ص ۱۲۰

یوسف ہاشم الرفاعی نے لکھا ہے کہ سنت حسنہ کی مثال وہ اجتماعات ہیں جو مختلف مناسبات سے مسلمان منعقد کرتے ہیں۔ مثلاً سال ہجری کی ابتداء، میلاد مصطفیٰ، ذکر معراج، یوم فتح مکہ اور یوم غزوہ بدر وغیرہ کہ ان اجتماعات میں دین کی خیر و مصلحت ہے۔(۱۰۴)

غالی اور بدعتی لوگوں کا یہ طرز عمل دین میں نئی اپج اور بدعت ہے۔ جو قطعی طور پر دین و شریعت کا حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ:

اولاً : اگر ان اوقات میں اجتماع اور کسی طرح کی عبادت بغرض تبرک دین کا حصہ ہوتے تو بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں امت کو بتا کر جاتے۔ جبکہ دین تو مکمل ہو چکا ہے۔ فرمایا

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدہ آیت:3)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔"

مشہور مفسر امام ابن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم ترین نعمت ہے کہ ان کا دین مکمل کیا گیا۔ انہیں کسی اور دین کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی نبی و رسول کی احتیاج ہے۔ اسی لئے اسے خاتم الانبیاء بنایا اور جن و انس کی طرف مبعوث کیا۔ تو حلال وہی ہے جسے وہ حلال قرار دیں۔ اور حرام وہی ہے جسے وہ حرام بتلائیں۔ اور دین وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو اور جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا وہ عین حق ہے بلا ریب سچ ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ یا جھوٹ نہیں۔ اور نہ ہی اختلاف کی کوئی گنجائش!(۱۰۵)

ثانیاً : اگر مبتدعین کے اصول پر منعقد کئے جانے والے مخصوص اوقات و ایام کے اجتماعات میں تبرک ہوتا یا ان اوقات کی عبادات دین و شریعت کا حصہ ہوتیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو مطلع نہ فرما جاتے تو نعوذ باللہ خائن قرار پاتے ہیں۔ اور یقیناً وہ

---

۱۰۴ الرد المحکم.... از الرفاعی

۱۰۵ تفسیر ابن کثیر.... ۳/ ۲۳

اس سے بری ہیں۔ جب کہ آپ کی امت کے بہترین منتخب افراد صحابہ کرام نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے عظیم الشان اجتماع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح شہادت دی تھی۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا تھا۔ کہ بتاؤ میرے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟ تو حاضرین نے بیک زبان جواب دیا۔

قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّکَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ لِاُمَّتِکَ وَقَضَیْتَ الَّذِیْ عَلَیْکَ

"آپؐ نے اپنے رب کے پیغامات پورے پورے پہنچا دیئے۔ امت کی خیر خواہی میں انتہا کر دی اور اپنا فرض بخوبی ادا فرما دیا۔"

پھر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ اے اللہ! تو گواہ ہے۔ اے اللہ! تو گواہ ہے۔ (۱۰۶)

ثالثاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (107)

"جو کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے طریقہ کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔"

امام بخاریؒ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "بہترین کتاب اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے افضل طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ سب سے برے کام دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا ہے۔ اور جس چیز سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے (یعنی قیامت) وہ آیا ہی چاہتی ہے۔ اور تم غالب نہیں آ سکتے۔ (۱۰۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔ "میں نے تمہیں واضح سپیدی میں چھوڑا ہے اس کی رات اور دن دونوں برابر ہیں۔" (۱۰۹)

یہ اور اس قسم کی دیگر بے شمار احادیث دین میں ایجاد بدعات کی نفی و تردید اور ان کے باطل ہونے پر دلیل ہیں۔

---

۱۰۶ حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم... از شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ ص ۷۳

۱۰۷ صحیح بخاری مع الفتح.. ۱۳/ ۲۷۶

۱۰۸ صحیح بخاری مع الفتح.... ۱۳/ ۲۱۲

۱۰۹ حدیث حسن۔ صحیح ابن ماجہ للالبانی ۱/ ۶ سنن ابن ماجہ۔ ۵

اہل بدعت نے تاریخ اسلامی میں پیش آنے والے بعض واقعات کی مناسبت سے جو اجتماعات گھڑ رکھے ہیں اور عقلی اپچ سے انہیں خوب اچھا اور بہتر قرار دے لیا ہے ان سب کی مذکورہ احادیث میں تردید و انکار ہے۔

رابعاً : اگر ان مناسبات اور ان اوقات میں جلسہ' جلوس' اجتماع اور عبادات میں برکت ہوتی تو صحابہ رسول اللہ اور خیر القرون کے لوگ انہیں ہرگز ترک نہ کرتے۔ حالانکہ خیر کی تلاش میں وہ سب سے زیادہ حریص ہوتے تھے۔ اور ایسے عمل میں قطعاً خیر نہیں ہو سکتی جو ان صالحین کا طرز عمل نہ رہا ہو۔ جیسا کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وعظ فرمایا۔ وعظ ایسا تھا کہ اس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل کانپ گئے۔ ہم نے کہا۔ یا رسول اللہ! یہ تو گویا الوداعی نصیحت ہے۔ تو آپؐ ہمیں مزید کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں اس سپید واضح راہ پر چھوڑا ہے کہ اس کی رات بھی دن کی مانند ہے۔ کوئی ازلی گمراہ ہی اس سے بھٹک پائے گا۔ اور جو تم میں زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تو تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی معروف سنتیں اختیار کیے رہنا۔ انہیں اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑے رہنا۔ امیر کی اطاعت اختیار کرنا۔ اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ مومن تو نکیل ڈالے ہوئے اونٹ کی مانند ہوتا ہے' اسے جدھر چلایا جائے چل پڑتا ہے۔" (۱۱۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بیان

امام صاحب میلاد رسول پر اجتماع وغیرہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سلف نے یہ کام نہیں کیا جب کہ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کوئی مانع تھا۔ تو اگر یہ عمل

---

۱۱۰ صحیح ابن ماجہ از شیخ محمد ناصر الدین الالبانی ۱/۱۴ سنن ابن ماجہ حدیث ۴۳

خالصتاً خیر ہوتا یا اس میں خیر کا پہلو راجح ہی ہوتا تو سلف رحمہم اللہ اس کار خیر میں ضرور سبقت کرتے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ ہم سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے تھے۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہم سے بڑھ کر حریص تھے۔ (۱۱۱)

خامسا : تاریخی حقائق۔۔۔ یہ اجتماعات جو مختلف تاریخی واقعات کی مناسبت سے قائم کئے جاتے ہیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے ذریعے ہمیں برکت حاصل ہو گی' ان کی ابتداء بدترین فرقے باطنیہ نے کی ہے۔ اور یہ تاریخ میں بنو فاطمیین (۱۱۲) کے نام سے معروف اور بنو عبید القداح کی طرف منسوب ہیں۔

امام سیوطیؒ نے اپنی تالیف "تاریخ الخلفا" میں لکھا ہے کہ:

"میں نے اپنی اس کتاب میں عبیدیین کے کسی خلیفہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی امامت صحیح نہ تھی۔ اور اس کے درج ذیل اسباب ہیں۔

۱۔ یہ لوگ غیر قریشی تھے۔ جاہل لوگوں نے ان کا نام فاطمیین رکھ چھوڑا ہے۔ حالانکہ ان کا جد اعلیٰ مجوسی تھا۔ قاضی ابو بکر باقلانی بیان کرتے ہیں کہ القداح' عبید اللہ کا دادا جو مہدی کے لقب سے معروف ہوا' مجوسی تھا۔

امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ اہل تحقیق کا اتفاق ہے کہ عبید اللہ المہدی علوی نہ تھا۔

۲۔ دوسری اہم دلیل یہ ہے کہ ان کے اکثر افراد زندیق اور خارج از اسلام ہیں۔ ان میں سے

- بعض نے علی الاعلان انبیاء کو سب و شتم کیا۔
- بعض نے شراب کو حلال گردانا۔
- بعض نے اپنے لئے سجدے کرائے۔
- ان میں رافضی خبیث قدرے کم درجے کے ہیں۔ یہ کمینے لوگ صحابہ کرام کو گالی کا حکم دیتے ہیں۔

---

(۱۱۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۲۹۵

(۱۱۲) القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل ص ۶۴

تو اس قسم کے لوگوں کی بیعت قطعاً درست نہیں۔ اور نہ ہی ان کی امامت صحیح ہے۔[113]
انہوں نے ہی میلاد رسولؐ منانا شروع کیا۔ اس فعل میں حب رسول کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ بلکہ دین بگاڑنے کے لئے انہوں نے یہ بدعات دین میں داخل کر دیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں:

> "المہدی عبید اللہ خبیث باطنی تھا۔ ملت اسلام کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ علماء و فقہا کو اس نے قتل کرایا۔ تاکہ مخلوق خدا کو راہ حق سے بھٹکانا آسان رہے۔ چنانچہ وہ اپنے اس منصوبہ میں کسی حد تک کامیاب بھی رہا۔ اس کی اولاد اسی کی راہ پر چلی۔ جنہوں نے شراب و زنا کو جائز قرار دیا۔ اور رافضی عقیدہ کی اشاعت کی۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔
"مہدی کا بیٹا القائم اپنے باپ سے بڑھ کر زندیق تھا۔ اس ملعون نے علی الاعلان انبیاء کو گالیاں بکیں۔"
تو کون ہے جو ایسے لوگوں کی اقتدا کرے گا یا ان کے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ انہوں نے اچھے کام کئے۔ یا یہ سمجھے کہ ان کے اغراض و مقاصد پسندیدہ تھے۔

سادساً : ان اعمال میں عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اعمال و افعال سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے جن میں ان کے ساتھ مشابہت ثابت ہوتی ہو فرمایا۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

"جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔"[114]

اور علماء امت کا اجماع ہے کہ کافروں کی مخالفت از حد ضروری ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی عظیم الشان کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم" میں یہ مسئلہ نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے۔

---

[113] تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۴-۵

[114] مسند احمد ۲/۹۲ شیخ البانیؒ حفظہ اللہ نے ارواء الغلیل ۵/۱۰۹ میں اسے صحیح کہا ہے۔

عیسائی ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رسول کا میلاد مناتے ہیں۔ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے احوال زندگی کے اوقات کی مناسبت سے عبادات مقرر کر رکھی ہیں۔

امام ابن القیمؒ نے اپنے شیخ امام ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ لیلۃ القدر یا لیلۃ المعراج میں سے کون سی افضل ہے؟

تو اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ معراج کی مظنون رات کو قیام و عبادت کے لئے مخصوص کریں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی نے اس رات کو کسی طرح کی فضیلت دی ہے۔ بالخصوص لیلۃ القدر پر ـــــ نہ ہی صحابہ کرام یا تابعین عظام سے یہ منقول ہوا ہے کہ انہوں نے عبادت یا دیگر امور کے لئے معراج کی رات کو خاص کیا یا اس میں کوئی مخصوص ذکر اپنایا۔ اسی لئے تو اس رات کی تعیین نہیں ہو سکی۔ باوجودیکہ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم فضائل میں سے ہے۔ اس کے باوجود اس رات کی تخصیص مشروع نہیں' نہ ہی اس جگہ میں کوئی خاص شرعی عبادت ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا جس میں وحی کی ابتداء ہوئی اور نبوت سے پہلے آپ وہاں جاتے رہے بعد از نبوت آپؐ نے اس کا رخ نہیں کیا اور نہ ہی صحابہؓ جب تک مکہ میں رہے اس جانب گئے۔

ایسے ہی نزول وحی کا دن یا وہ جگہ اور وقت کسی عبادت کے لئے مخصوص نہیں۔ اور جو شخص ان اوقات اور مقامات کو ان نسبتوں سے عبادت کے لئے خاص کرے گا وہ اہل کتاب کے مشابہ ہو گا جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے احوال زندگی کے اوقات کو اپنے لئے عید اور مواقع عبادات بنالیا۔ جیسا کہ ان کا یوم ولادت یا یوم تعمید وغیرہ۔(۱۱۵)

سابعا : مخصوص واقعات والے اوقات سے تبرک کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے ہے۔ اور اس نسبت یہ انداز عبادت وغیرہ اختیار کرنا غلو میں شمار ہو گا۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ الفاظ یوں ہیں۔

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (116)

---

۱۱۵ زاد المعاد از امام ابن القیمؒ ۱/۵۷ وما بعد

۱۱۶ مسند امام احمد بن حنبل ۱/۲۳۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء ۴/۱۴۲ باب ۴۸

"مجھے ایسے نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کو حد سے بڑھا دیا۔ میں تو بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو۔"

ثامناً : ان مذکورہ اجتماعات میں جو ان ایام سے مربوط کئے گئے ہیں ان میں ایسی ایسی بدعات خرافات' مرد و زن کا اختلاط بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مشرکانہ اعمال کا ایسا مظاہرہ ہوتا ہے جو کسی بھی صاحب خبر سے مخفی نہ ہو گا۔(۱۱۷)

---

۱۱۷ اس مسئلہ کی تفصیلات کے لئے درج ذیل کتب و رسائل کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۱۔ کتاب المدخل ـــــ ابن الحاج

۲۔ الابداع فی مضار الابتداع ـــــ علی المحفوظ

۳۔ القول الفصل ـــــ انصاری

۴۔ حوار مع المالکی ـــــ ابن منیع

۵۔ الرد القوی ـــــ التویجری

۶۔ حکم الاحتفال بالموالد النبویۃ وغیرھا ـــــ ابن باز

۷۔ السنن والمبتدعات ـــــ

۸۔ الانصاف فیما قیل فی المولد من الغلو والاجحاف ـــــ الجزائری۔

۹۔ تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاھلین ـــــ ابن النحاس۔

فصل سوم

اولیاء و صالحین اور ان کے آثار سے تبرک

محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی ؐ کی ذات مقدس سے برکت کا مسئلہ بیان ہو چکا ہے اور یہ تفصیل بھی کہ صحابہ ؓ کرام آپ ؐ کے آب وضو ' آپ کے جسم ' پسینہ ' بال ' لباس اور دیگر متعلقہ اشیاء سے تبرک لیا کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص ہے۔ دیگر کسی بھی صالح و بزرگ کو ان پر ہرگز قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ کسے باشد...... خلفاء راشدین ' عشرہ مبشرہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات محترمات کو یہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں تو کسی دوسرے کا کیا کہنا؟ اور جس کسی نے اولیاء و صالحین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔

اس مسئلہ میں سب سے اہم دلیل خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ ؓ کرام کا طرز عمل ہے اور کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ لوگوں نے حضرت ابو بکر ' عمر ' عثمان یا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پسینہ کو بطور تبرک استعمال کیا ہو۔ یا ان کے کپڑوں ' وضو کے پانی ' لعاب دھن یا دیگر متعلقہ چیزوں سے تبرک حاصل کیا ہو۔

تبرک ایک طرح کی عبادت ہے ' تفصیل ذکر ہو چکی ' اور یہ عمل انسان اجر و ثواب کی خاطر ہی کر سکتا ہے۔ خیر کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات جل جلالہ ہے اور عبادت ساری کی ساری اتباع رسول اور توقیف پر مبنی ہے۔

اگر غیر رسول ؐ کی ذات سے تبرک جائز ہوتا تو انبیاء کے بعد اللہ کی مخلوق میں سب سے بہترین چنیدہ لوگ صحابہ کرام تھے۔ تو حضرات تابعین ان کے ساتھ یہ عمل اختیار کرتے اور ایسے ہی صغار تابعین اپنے سے پہلے بزرگ علماء کے ساتھ یہ وطیرہ اپناتے جب ان صالحین کی جماعتوں کی جماعتیں ایسے کاموں کے نہ کرنے پر متفق اور مجتمع ہیں تو یہ دلیل ہے

کہ یہ عمل غیر مشروع اور ناجائز ہے۔

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ کرام نے کسی بھی خلیفہ وغیرہ کے ساتھ کوئی ایسا عمل اختیار نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کون افضل تھا۔ ان کے ساتھ یہ کام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی عمر رضی اللہ عنہ جو ابو بکرؓ کے بعد افضل ترین تھے۔ ایسے ہی عثمانؓ اور علیؓ پھر علی الترتیب تمام صحابہ کرامؓ امت میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا افضل نہیں ہے تو کسی ایک شخص سے بھی صحیح معروف سند کے ساتھ یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ کسی تبرک لینے والے نے ان سے اس انداز کا تبرک حاصل کیا ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو اپنے ہر قول و فعل میں اتباع و اقتدا کے ہی قائل و فاعل تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ ان بزرگان دین کا ان کاموں کے ترک پر کلی اجماع ہے البتہ یہ مسئلہ قابل بحث ہے کہ انہوں نے یہ کام کیوں چھوڑا؟ تو اس کی دو وجہ ممکن ہیں۔

اول : اختصاص۔ یعنی مقام نبوت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ خیر و برکت جس طرح کی بھی مطلوب ہو آپ کی ذات مقدس اس کی جامع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً و باطناً نور (ہدایت) تھے۔ تو جس نے بھی آپ سے کسی طرح کا نور چاہا اسے وہ مل گیا۔ کسی امتی کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہے۔ الا یہ کہ وہ نور اقتداء و استدام سے فیض یاب ہوا ہو جو اللہ نے توفیق دی۔ لیکن وہ کسی طرح بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ و حال کو پہنچ پائے ــــ یا اس کے قریب ہی ہو جائے ــــ محال ہے۔ تو یہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زیادہ شادیاں کیں۔ ایک خاتون نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا اور آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

زوجات محترمات میں مساوات آپؐ کے لئے واجب نہ تھی۔ وغیر ذلک۔ تو ان دلائل کی روشنی میں واضح ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ اس سے اس طرح کا تبرک حاصل ہو۔ اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو اس کی اقتدا بدعت ہو گی جیسا کہ چار سے زائد شادیاں بدعت اور حرام ہیں۔

دوم : ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خصوصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد تو نہ

رکھا ہو مگر سد ذریعہ کے اصول پر اس کام کا دروازہ ہی بند رکھا ہو کہ کہیں اسے سنت لازمہ ہی نہ قرار دے لیا جائے۔ جیسا کہ سابقا اتباع آثار کے باب میں مذکور ہوا۔

سوم : یا یہ اندیشہ محسوس کرتے ہوئے کہ لوگ ایک حد کے پابند نہیں رہتے اور حصول برکت میں اپنی جہالت سے از حد تجاوز کر جاتے ہیں اور معظم شخصیت کو اس کے اپنے مرتبہ و مقام سے اس قدر اونچا کر دیتے اور اس میں ایسے ایسے فضائل کا عقیدہ گھڑ لیتے ہیں جن کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا۔ اور یہی تبرک اصل عبادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس عمل سے احتراز کیا۔ جیسا کہ بیعت رضوان والا درخت جڑ سے کٹوا دیا تھا۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ سابقہ امتوں میں بتوں کی پوجا کا بنیادی سبب یہی تبرک ہی تھا۔ تو دور اندیش عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ آج تو یہاں نماز پڑھی جا رہی ہے تو کل کلاں اس کی عبادت ہونے لگے گی اور کسی کی تعظیم جب حد سے بڑھتی ہے تو یہی ثمرات لاتی ہے۔

حلاج اور اس کے مرید۔ تاریخ طبری کے ذیل میں الفرغانی نے لکھا ہے کہ حلاج کے مریدوں نے اس سے تبرک لینے میں اس حد تک مبالغہ کیا کہ اس کے پیشاب کو بھی بطور تبرک اپنے جسم پر ملتے تھے۔ اس کے براز کو بطور بخور (خوشبو) استعمال کرتے اور حد یہ ہوئی کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا مظہر قرار دے دیا۔

ولایت : اگرچہ بظاہر اس کے کچھ آثار بھی ہوتے ہیں لیکن یہ مخفی معاملہ ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اور ایسا ہو سکتا ہے کہ لوگ کسی کو ولی سمجھنے لگیں مگر درحقیقت وہ ولی نہ ہو۔ یا ممکن ہے وہ کسی شعبدہ بازی کا مظاہرہ کر کے خود ولایت کا مدعی بن جائے اور اس کا یہ خرق عادت شوشہ کرامت ہو ہی نہ بلکہ جادو اور طلسم وغیرہ کی کوئی شئی ہو۔

عام لوگ تو جادو، طلسم اور کرامت میں فرق نہیں کر سکتے اور وہ ایسے لوگوں کو ولی اور بزرگ سمجھنے لگ جاتے ہیں جو درحقیقت اس مرتبہ کے ہوتے نہیں اور ایسے لوگوں کے مرید بن جاتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی اقتدا و اتباع سراسر گمراہی ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ ان علماء سلف نے فساد فی الدین کے فتنہ سے بچنے کے لئے مذکورہ تبرک وغیرہ سے

احتراز کیا ہو۔ خواہ اس کی کوئی اصل ان کی نظر میں ثابت شدہ بھی ہو۔ تو بادی النظر میں یہ دوسری وجہ بمقابلہ پہلی کے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک علمی قاعدہ ہے کہ "ہروہ تقرب و فضیلت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کی گئی ہو وہ ایک حد تک امت کو بھی حاصل ہوتی ہے تا آنکہ خصوصیت رسول کی کوئی دلیل مل جائے۔"

تاہم پہلی وجہ بھی ایک دوسری جہت سے راجح ہے اور وہ یہ کہ ان تمام بزرگوں کا عدم تبرک پر اجماع و اتفاق ہے۔ تو اگر یہ لوگ جواز کے قائل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس پر عمل بھی کرتے یا کم از کم بعض حالات میں ہی عمل پیرا ہوتے۔ ان کے ترک کی وجہ یا تو:

۱۔ اصل شریعت پر ثابت قدمی ہے۔

۲۔ یا علت منع کا ثبوت ہے۔(۱۱۸)

ابن رجبؒ حنبلی کی تحقیق

امام محقق ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کذلک المبالغة فی تعظیم الشیوخ و تنزیلهم منزلة الأنبیاء هو منهی عنه

"ایسے ہی بزرگوں کی تعظیم میں اس قدر مبالغہ کہ انہیں انبیاء کے مقام پر پہنچا دیا جائے ممنوع ہے۔"

حضرت عمرؓ اور دیگر کچھ صحابہ و تابعین سے اگر کوئی شخص دعا وغیرہ کا مطالبہ کرتا تو وہ اسے ناپسند کرتے اور فرماتے۔ "کیا بھلا ہم نبی ہیں؟" تو ان کا یہ قول اشارہ ہے کہ یہ مقام و مرتبہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تو تبرک لیتے تھے۔ لیکن آپس میں ان کا ایسا کوئی عمل ثابت نہیں۔ اور نہ ہی تابعین کرام 'صحابہ کرام کے ساتھ باوجود ان کے عالی مرتبہ ہونے کے ایسا کوئی انداز اپناتے تھے۔ المختصر بچا ہوا کھانا' جھوٹا پانی' وضو کا پانی'

---

۱۱۸ الاعتصام للشاطبی ص ۸ وما بعدہ

بال یا دیگر اشیاء سے تبرک صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

اور یہ تمام چیزیں۔ بعد از پیغمبر۔ مریدوں اور ان کے پیروں و بزرگوں دونوں کے لئے بہت بڑے فتنے کا باعث ہیں۔ اور یہ غلو بدعت کی راہ کھولتا ہے بلکہ بسا اوقات شرک تک نوبت جا پہنچتی ہے۔۔۔۔ اور یہ نتائج ہیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی رسوم و رواج اپنانے کے۔۔۔۔ جن سے امت کو روک دیا گیا ہے۔

السنن کی روایت ہے۔

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَالسُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ، وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرَ الْغَالِیْ فِيْهِ وَالْجَافِیْ عَنْهُ

اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے اقرار و اظہار کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان درج ذیل افراد کی عزت کیا کرے۔

۱۔ بوڑھا مسلمان۔

۲۔ انصاف پرور حاکم۔

۳۔ صاحب قرآن جو حد سے بڑھنے والا غالی یا اس سے اعراض کرنے والا نہ ہو۔

غلو یعنی حد سے تجاوز عیسائیوں کا خاصہ ہے اور جفا یعنی علم ہوتے ہوئے اعراض اور بے عملی یہود کا وصف ہے اور ہمیں اعتدال و توسط کا امر دے کر امت وسط کا لقب دیا گیا۔

سلف صالحین کی احتیاط

حضرت انس رضی اللہ عنہ، امام سفیان ثوری اور امام احمد وغیرھم رحمھم اللہ اپنی حد سے زیادہ تعظیم سے روکا کرتے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے۔ "میں کیا ہوں کہ میرے پاس آتے ہو؟ جاؤ حدیث رسول لکھو!" جب کسی قسم کا سوال کیا جاتا تو جواب دیتے۔ "بھئی علماء سے دریافت کرو!" اگر زہد و ورع کا کوئی مسئلہ پوچھ لیا جاتا تو کہتے۔ "میرے لئے تو حلال و جائز نہیں کہ اس بارے میں اپنی زبان کھولوں۔ اگر بشیر زندہ ہوتے تو کچھ فرماتے۔"

ایک بار اخلاص کے بارے میں کچھ پوچھا گیا۔ "فرمایا کہ زاہدین کے پاس جاؤ۔ تم کیا ہیں کہ ہمارے پاس آئے ہو! ایک بار ایک شخص آیا اور اپنے ہاتھ امام صاحب کے کپڑوں سے چھو کے اپنے منہ پر پھیر لئے۔ امام صاحب از حد ناراض ہوئے اور فرمایا۔ کہاں سے سیکھا تم نے یہ کام!" (۱۱۹)

حضرت عمر بن الخطابؓ کا طور طریقہ اس کی بہترین دلیل ہے۔ آپؓ خلیفہ راشد تھے ملہم من اللہ تھے۔ آپ نے دانیال نبی کے جسد کے ساتھ جو کیا سو کیا معروف و مشہور قصہ ہے آپ کو اندیشہ تھا کہ لوگ ان کے جسم یا ان کی قبر سے تبرک لیں گے اور فتنہ بڑھے گا۔ چنانچہ کسی نے بھی آپ کے اس عمل [illegible] انکار نہیں کیا۔

قصہ دانیال

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ناقل ہیں کہ مغازی ابن اسحاق میں یہ روایت موجود ہے کہ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے تستر فتح کیا تو ہمیں ہرمزان کے بیت المال میں سے ایک چارپائی ملی۔ جس پر ایک میت رکھی تھی اور اس کے سرہانے اس کا مصحف بھی تھا۔ ہم نے وہ مصحف اٹھا لیا اور دارالخلافہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ تو انہوں نے حضرت کعب کو بلوایا انہوں نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ تو عربوں میں میں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو قرآن کی مانند پڑھا۔ ابو العالیہ سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس میں تم امت محمدؐ کی سیرت، تمہارے امور و معاملات، تمہاری بات چیت کا انداز اور جو کچھ کہ ہونے والا ہے اور اس قسم کی دیگر باتیں تھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم لوگوں نے اس میت کا کیا کیا؟ کہا کہ ہم نے دن میں تیرہ قبریں مختلف مقامات پر کھودیں۔ جب رات ہوئی تو ایک میں دفن کر کے باقی سب کو برابر کر دیا۔ تاکہ لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو سکے اور کہیں وہ اس کو ویسے ہی اکھیڑ نہ لے جائیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ اہتمام کیوں تھا؟ وہ لوگ ایسا کیوں کرتے انہیں اس سے کیا فائدہ ہوتا؟ جواب دیا کہ اس کے متعلق یہ معروف تھا کہ جب بھی قحط سالی کی کیفیت ہو اور بارش نہ ہوتی ہو تو اس کا منہ کھلے آسمان میں رکھا جاتا تو بارش

۱۱۹ اقلم آپ پر [illegible] ص ۳۰

ہونے لگی تھی۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کون شخص تھا؟ کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دانیال کے نام سے مشہور تھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا اندازہ ہے کہ وہ کتنا عرصہ پہلے فوت ہوا ہو گا۔ کہا کہ تین سو سال پہلے۔ میں نے پوچھا کہ آیا اسکے جسم میں کوئی تبدیلی بھی ہوئی تھی؟ بتایا کہ نہیں۔ صرف گدی کے پاس سے کچھ بال متاثر تھے۔ انبیاء کا گوشت نہ زمین کھا سکتی ہے اور نہ درندے!"

یہ قصہ مہاجرین وانصار کا عمل واضح کر رہا ہے کہ ان حضرات نے اس کی قبر تک گم کر دی۔ تاکہ لوگ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ بزرگوں کی شخصیات یا ان کی قبروں سے تبرک کا انکار اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے!(۱۰۱)

غالی و بدعتی لوگوں کا جھوٹے قصے کہانیاں بیان کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ایک کہانی یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام احمد نے امام شافعی کی قمیص کا دھوون پیا تھا یا یہ کہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کی قبر سے تبرک لیا تھا وغیرہ۔

الشیخ ابو بکر الجزائری حفظہ اللہ نے ان من گھڑت قصوں پر بہت خوب لکھا ہے کہ:

ان جلیل القدر ائمہ پر اس قسم کے جھوٹ افترا باندھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اللہ کی قسم! یہ ہرگز درست نہیں۔ یہ وہ دجل و فریب ہے جس کے ذریعے یہ لوگ اپنے مزعومہ شرک کے جواز کی دلیل ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ قبروں کی مجاوری' قبروں کا مسح و طواف' ان پر جھاڑ اور چادریں چڑھانا' صاحب قبر سے استغاثہ و سوال' ان کے نام کی نذر و نیاز اور ذبح وغیرہ کے لئے ان جھوٹے بودے واقعات کو دلیل بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس سب کچھ کے نتیجہ میں ہی ان کی اپنی شخصیت "سید' صوفی اور ولی" کے پردے میں متبرک قرار پاتی ہے۔ اور لوگ ان کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔

قارئین کرام! ان مذکورہ حقائق کے لئے ان کے پھندے میں پھنسے ہوئے افراد کے حالات معلوم کیجئے۔ ایک طالب علم نے اللہ کی قسم کھا کر مجھے اپنی آنکھوں دیکھا یہ واقعہ بتایا کہ میں نے ایک "شیخ سید صوفی" کو مسجد الحرام مکہ کے باب ابراہیم کے پاس دیکھا کہ اس شیخ نے اپنے جوتے سے پاؤں نکالا تو ایک مرید اس کے جوتے پر گر گیا۔ اپنے رومال سے جوتے کو

---

(۱۰۱) اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۹

صاف کیا اور پھر اپنے منہ اور جسم پر پھیر لیا۔ یہ نتیجہ ہے "تبرک کی دعوت" کا۔ اور جو نہ مانے اس کو "کافر" کہنے کا یا یہ کہ یہ لوگ وہابی ہیں "کافر ہیں" اولیاء و صالحین کے گستاخ ہیں!

سید یوسف الرفاعی کی گوھرافشانی بھی سن لیں

"کیا یہ مناسب ہے کہ ہمیں شرک کی تہمت دی جائے' یا چھڑیاں ماری جائیں' تیز ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے کہ یہ آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبی' منبر' محراب' قبر کی کھڑکی وغیرہ سے برکت حال کرنا چاہتے ہیں؟"

قارئین کرام! خدا لگتی کہیئے۔ کیا یہ خالص رافضیت کی پکار نہیں جو بزعم خویش السید الرفاعی سنی کے منہ سے نکل رہی ہے۔ وہ لوگ تو ان آثار پر اوندھے پڑتے اور وہاں نوحہ و ندبہ کرتے ہیں۔

یہ شخص اپنی پہلی بات بھول گیا اور نعوذ باللہ شرک و ضلالت کا داعی بن بیٹھا۔ یہ چاہتا ہے کہ محافظان حرم ان فریب خوردہ لوگوں کے لئے میدان کھلا چھوڑ دیں۔ قبر رسول کو رسول کے اپنے فرمان کے برعکس عبادت گاہ اور وثن بنا دیں۔ حالانکہ وہ تو یہ پکارتے پکارتے اپنے اللہ سے جا ملے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ

"اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہونے لگے۔"

ان کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دیوار سے دے مارا جائے' اس شخص کو عقیدہ شرعیہ کی حمایت اور اس کا دفاع بہت برا لگا ہے۔ وہ یہ چیختے چیختے بے ہوش ہوا جاتا ہے کہ تم زائرین کو محراب مسجد نبوی' منبر نبوی' اور اس کی دیواروں کو مسح کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ہو' کیوں منع کرتے ہو اور کیوں ڈانٹتے ہو۔ کیا یہ آثار نبی نہیں ہیں؟

جناب رفاعی آپ غلط کہتے ہیں' کہاں ہیں یہ آثار نبی علیہ السلام یہ منبر اور کھڑکی ترکوں نے بنائی ہے' قسم ہے اللہ کی ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا تک نہیں۔ نہ آپ کا قدم یا آپ کا جسم ان سے مس ہوا جناب رفاعی یہ مسلمان کس چیز سے تبرک لینا چاہتے ہیں۔

حقیقی تبرک تو ان لوگوں کا مسجد نبوی میں آجانا ہی ہے۔ وہاں نماز پڑھنا ہے۔ رسول اللہ پر سلام کہنا ہے۔ صاحبین ابو بکرؓ و عمرؓ پر سلام کہنا ہے۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ روافض کی شریعت تو ہے محمد رسول اللہ کی ہرگز نہیں۔ روافض کے گماشتے اور ان بدعات و ضلالات کے مظاہر سے فائدہ اٹھانے والے شر پسند ہیں۔ اللہ انہیں حق سمجھائے اور صراط مستقیم کی توفیق سے نوازے۔[۱۲۱]

گزشتہ صفحات میں امام احمد رحمہ اللہ کا عمل نقل ہوا کہ انہوں نے اس شخص پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا جس نے ان کے کپڑوں کو چھوا اور پھر اپنے منہ پر پھیر لیا۔ یہ صحیح واقعہ واضح کرتا ہے کہ غالی اور بدعتی لوگ بخلاف حقیقت جھوٹی اور من گھڑت کہانیاں قصے بیان کرتے رہتے ہیں۔ بالفرض، المحال اگر کسی عالم سے اس بارے میں کوئی بات صحیح سند سے ثابت ہو بھی جائے تو اجماع صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہو گی۔ کہ یہ سلف الصالحین تو اولیاء و بزرگان دین کی شخصیات اور ان کے آثار سے تبرک کے قائل نہیں، نہ ہی انہوں نے ان اعمال کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر قیاس کیا۔ اللہ کے رسول تو معصوم ہوتے ہیں۔ رسول کے علاوہ کوئی بھی ہو اس کی بات قبول یا رد کا احتمال رکھتی ہے۔

مبتدعین کی ایک دلیل

یہ لوگ اس آیہ کریمہ سے اپنے مزعومہ تبرک کی دلیل پیش کرتے ہیں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرة–آیت 248)

"ان کے نبی نے ان کو بتایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہو گی کہ ایک تابوت آئے گا، اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے سکون ہو گا، اس میں آل موسیٰ و آل ہارون کی بقایا چیزیں ہیں، یہ تابوت فرشتے اٹھا کر لائیں گے، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم مومن ہو تو!"

---

[۱۲۱] وجاء دایر کفضون!! ص ٦٧

محمد علی المالکی نے اس آیتہ مبارکہ سے آثار صالحین سے تبرک لینے کی دلیل لی ہے۔ اس طرح کہ اس میں آثار صالحین سے توسل کا تذکرہ ہے۔ اس کی محافظت کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہی تبرک ہے۔

اس دلیل کا جواب : حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ انبیاء سے متعلق ہے دیگر لوگوں سے نہیں' اور سابقہ صفحات میں بالتفصیل یہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

الشیخ حمود التویجری نے لکھا ہے۔

کہ شریعت محمدیہ ایسی کامل شریعت ہے کہ اس نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ تو کسی طرح بھی جائز نہیں کہ اس کے مخالف احکام پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غلو و تجاوز حد سے منع فرمایا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا غلو اور تجاوز ہو گا کہ کوئی کام شرک کا ذریعہ بنے' انہی میں سے ایک بزرگوں کی بقایا اشیاء یا ان سے منسوب آثار سے تبرک لینا ہے' طلب خیر اور دفع ضرر میں ان کا وسیلہ اختیار کرنا ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ یوم پہلے ارشاد فرمایا:

> "خبردار! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ خبردار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں اس کام سے روکے جا رہا ہوں۔"
>
> (صحیح مسلم۔ بروایت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ)

امام نووی رحمہ اللہ ۔ شرح مسلم میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یا غیر کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے اسی اندیشہ کے تحت روکا ہے کہ کہیں صاحب قبر کی مبالغہ آمیز توقیر نہ شروع ہو جائے اور لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور ممکن ہے یہ عمل کفر کا باعث بن جائے۔ جیسا کہ بہت سی سابقہ امتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔

صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مرض میں' جس سے آپ اٹھ نہیں سکے ہیں' ارشاد فرمایا : "اللہ یہود و نصاریٰ کو لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔"

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ اس انداز سے

ہیں کہ آپ اپنی مرض کی اس اذیت ناک کیفیت سے دوچار تھے اور بار بار اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ لیتے جب وقت ہوتی تو ہٹا لیتے تھے۔ آپ نے اس کیفیت میں ارشاد فرمایا :
"اللہ تعالی یہود و نصاری پر لعنت کرے' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ آپ کا مقصود ان کے طرز عمل سے متنبہ فرمانا تھا۔"

یہ احادیث مبارکہ دلیل ہیں کہ اولیاء و بزرگان دین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا' ان کی قبروں اور ان سے منسوب مقامات پہ جا کر دعائیں مانگنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ان کے بارے میں غلو اور انہیں اللہ کے ساتھ شریک بنانے کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اور ایسے تمام افعال و اعمال جو شرک تک پہنچانے والے ہوں ان کا راستہ روکنا ہی وہ حکمت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مذکورہ میں پنہاں ہے کہ "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا یا انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجدیں نہ بنالینا یا جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ان پر لعنت ہے وغیرہ۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ....﴾ میں اس طرح کی کوئی دلیل نہیں جو آثار صالحین اور ان کی متبرکہ اشیاء سے حصول خیر یا دفع ضرر کے توسل کو ثابت کرے۔

اگر کوئی اس استدلال پر مصر ہے تو وہ تین ناجائز باتوں کا مرتکب بنتا ہے۔

۱۔ بزرگان دین کے بارے میں غلو : اور یہ شرک کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ تفسیر بالرائے : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہتا ہے وہ اپنی جگہ آگ میں بنالے"۔ یہ حدیث مسند احمد' سنن الترمذی' ابن جریر اور بغوی رحمھم اللہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اصحاب نبی او ردیگر اہل علم سے مروی ہے کہ وہ لوگ علم کے بغیر تفسیر قرآن کے بارے میں بہت سختی کرتے تھے۔

۳۔ متشابہات کا اتباع : عامی اور جاہل لوگ جو حق و باطل میں فرق نہیں کرسکتے وہ اس طرز عمل سے گمراہ ہوتے اور فتنہ میں پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُمُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ

"وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ برپا کرنے اور (من مانی) تفسیر و شرح کرنے کے لئے متشابہ آیات کے درپے ہوتے ہیں۔"

مصنف ابن ابی شیبہ کی درج ذیل صحیح روایت بھی دلیل ہے کہ انبیاء و صالحین کے آثار کا تتبع جائز نہیں ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کو لوگ بیعت رضوان والے درخت کے پاس جاتے ہیں تو انہوں نے اس کے کاٹ ڈالنے کا حکم دے دیا۔"

اسی مصنف ابن ابی شیبہ میں ہی حضرت معرور بن سوید کی روایت ۔سند صحیح مروی ہے کہ "ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر حج میں تھے۔ آپ نے نماز میں سورۃ الم ترکیف ۔۔ اور لایلاف قریش ۔۔ تلاوت کیں۔ حج سے واپسی کے موقع پر دیکھا کہ لوگ جلدی میں ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ بتایا گیا کہ یہاں ایک مسجد ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور یہ لوگ بھی ادھر ہی کا قصد کر رہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا "اہل کتاب ایسے ہی ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو معبد بنا لیا۔ اگر اتفاقاً وہاں نماز کا وقت آجائے تو پڑھ لیا کرو ورنہ کوئی نماز نہ پڑھو۔ یہ ہے خلیفہ راشد کا طرز عمل۔ اور اگر یہ تعظیم جائز ہوتی تو وہ درخت کیوں کٹواتے" اس مقام سے نہ روکتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ ان لوگوں کو حضرت عمر کے قول و فعل پر غور کرنا چاہیے۔ اور یہ عمرؓ وہی ہیں جن کے بارے میں زبان نبوت سے یہ ارشاد جاری ہوا کہ "اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل اور زبان پر حق رکھا ہے۔" (۱۲۲)

فضل بن عباس، ابوذر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنھم سے اس موضوع کی روایات منقول ہیں۔ صحیح ابن حبان کے الفاظ یوں ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ يَقُوْلُ

۱۲۲۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن حبان ۔۔ از حضرت عبداللہ بن عمر۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

"بلاشک اللہ تعالیٰ نے حق عمرؓ کی زبان پر رکھا ہے وہ حق ہی بولتا ہے۔"

مسند احمد اور ابن حبان کی روایت میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے اس میں "عمرؓ کے زبان اور دل" کا ذکر ہے کہ ان پر حق ہی جاری ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم اور دیگر کتب میں حضرت ابوذرؓ سے یہی بات منقول ہے۔ حاکمؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت شرط شیخین پر صحیح ہے۔ امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں شرط مسلم پر صحیح قرار دیا ہے۔

احمد' ترمذی' ابن ماجہ' تاریخ کبیر بخاری اور مستدرک حاکم میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرَ

"میرے بعد آنے والے دو حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔"

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

مسند احمد' سنن' صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑے رہنا' خوب مضبوطی بلکہ ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑ کے رکھنا۔ نئی نئی باتوں سے بچنا۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے' حاکم' ابن عبدالبر اور ذہبی رحمہم اللہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (۱۳۹)

الغرض گزشتہ صفحات کی تفصیلات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کو چھوڑ کر دیگر بزرگان و اولیاء کی شخصیات اور ان کے آثار سے تبرک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی شرعی دلیل وارد نہیں۔ ایسے تبرک کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہے۔ نیز یہ غلو مذموم کے ذرائع کا رستہ بند کرتا ہے جس کا نتیجہ شرک و بدعت کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ بہت

---

(۱۳۹) الاجابۃ الجلیۃ علی الاحکام الکرعیۃ ص ۱۱۰ با بعد

ضروری ہے کہ تبرک حاصل کرنے والے کے عقیدہ کا تحفظ کیا جائے اور یہ کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز سے نہ اٹکا رہے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہی حقیقی ضار' نافع اور معطی ہے اور محترم و بزرگ شخصیت کے دین کا تحفظ بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ کسی خوش فہمی میں جتلا نہ ہو جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قسم کے دروازوں کو بہت زیادہ بند رکھا کرتے تھے۔

والله تعالیٰ أعلم

---

[۱۲۴] لاحقہ از مترجم۔ درج ذیل بعض عادات اور رسوم جو ہمارے پاک وہند کے معاشرے میں عام طور پر رائج ہیں۔ ناجائز اور حرام تبرک کی واضح صورتیں ہیں۔ کتاب تقویۃ الایمان از سید اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ میں اس کی خوبصورت تفصیل ہے۔ مثلاً

- ماہ محرم میں تعزیہ یعنی قبر حسینؓ کی شبیہ بنانا اور اس کی زیارت کرنا نذریں نیازیں پیش کرنا۔
- حضرت حسین کے گھوڑے کی شبیہ میں گھوڑا نکالنا اور اس سے کسی انداز میں تبرک لینا۔
- شرکیہ نقوش والی انگوٹھیاں پہننا۔
- ہاتھوں پاؤں میں لوہے کے کڑے ڈالنا۔
- امام ضامن باندھنا۔
- انگوٹھیوں میں مختلف پتھروں عقیق' زمرد وغیرہ میں تبرک کا اعتقاد رکھنا
- آیۃ الکرسی وغیرہ کی لوح گلے میں ڈالنا' اس ضمن میں کچھ تعویزات بھی شامل ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب وہ شرکیہ ہوں۔
- گھروں دکانوں میں قرآنی لوحات بھی تبرک کے لئے جائز نہیں۔ محض زینت کا مسئلہ دیگر ہے۔
- بچوں یا بڑوں میں پیروں بزرگوں کے نام کی اپنے سروں پر لٹیں رکھنا۔
- پاؤں میں گھنگرو باندھنا۔
- راہ چلتے ہوئے صاحب قبر کو دور سے سلام کا اشارہ کرنا۔
- صبح شام موقعہ بموقعہ قوالی کے نام سے موسیقی اور گانے سننا سنانا۔

○میت والے گھر میں تیجے' ساتویں' چالیسویں روز کا کھانا پکانا۔

○گھروں دکانوں میں اپنے پیروں بزرگوں کی تصویریں لٹکانا۔

○خود ساختہ بدعی اور شرکیہ ذکر اور ورد اختیار کرنا۔

○تبرک کے لئے کالے یا سبز وغیرہ رنگ کے کپڑے پہننا۔

اللہ پاک بدعی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی صراحت

اہل سنت عوام کی اکثریت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی عقیدت کیش ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے باوجود وہ محرم کی ان خرافات میں خوب ذوق شوق سے حصہ لیتے ہیں حالانکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی ان رسومات محرم سے منع کیا ہے۔ اور انہیں بدعت' ناجائز اور حرام لکھا ہے اور ان کو دیکھنے سے بھی روکا ہے۔ چنانچہ ان کا فتویٰ ہے۔

"تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیے" (عرفان شریعت حصہ اول صفحہ ۱۵)

ان کا مستقل رسالہ "تعزیہ داری" ہے اس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔

"غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت محل عبادت ٹھہرا تھا۔ ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا"

"یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا خود ساختہ تصویریں بعینہ حضرات شہداء رضوان اللہ اجمعین کے جنازے ہیں"۔

"کچھ اتارا باقی توڑا اور دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم میں دو وبال جداگانہ ہیں۔ اب تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً "بدعت و ناجائز حرام ہے"

صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔

"تعزیہ پر چڑھایا ہوا کھانا نہ کھانا چاہیے۔ اگر نیاز دے کر چڑھائیں' یا چڑھا کر نیاز دیں تو بھی اس کے کھانے سے احتراز کریں"۔

اور صفحہ ۱۵ پر حسب ذیل سوال' جواب ہے۔

"سوال۔ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا' عرائض بہ امید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا کیسا گناہ ہے؟

الجواب۔ افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں' بدعت سیئہ و ممنوع وناجائز ہیں"

○اسی طرح محرم کی دوسری بدعت مرثیہ خوانی کے متعلق "عرفان شریعت" کے حصہ اول صفحہ ۱۴ پر آیک سوال وجواب یہ ہے۔

"سوال۔ محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ناجائز ہے' وہ مناہی و منکرات سے پر ہوتے ہیں۔"

○ محرم کو سوگ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اس کے لیے بالعموم ان ایام میں سیاہ یا سبز لباس پہنا جاتا ہے اور شادی بیاہ سے اجتناب کیا جاتا ہے اس کے متعلق مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

"محرم میں سیاہ' سبز کپڑے علامت سوگ ہے اور سوگ حرام"

"مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں۔ بعض سنت جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو روٹی پکاتے ہیں نہ جھاڑو دیتے ہیں' کہتے ہیں بعد دفن روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) اس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

الجواب۔ تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے"۔ (احکام شریعت حصہ اول ص ۸۹)

قرآن و حدیث کی ان تصریحات اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی توضیح کے بعد امید ہے کہ بریلوی علماء اپنے عوام کی صحیح رہنمائی فرمائیں گے اور عوام اپنی جہالت اور علماء کی خاموشی کی بنا پر جو مذکورہ بدعات و خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں یا کم از کم ایسا کرنے والوں کے جلوسوں میں شرکت کرکے ان کے فروغ کا سبب بنتے ہیں' ان کو ان سے روکنے کی پوری کوشش کریں گے۔

وما علینا إلا البلاغ المبین

ماخوذ از۔ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان۔ (ص ۱۵۔۱۷)

تصنیف : محترم حافظ صلاح الدین یوسف۔ حفظہ اللہ تعالی۔

(اضافہ از ناشر)

خاتمہ نتائج و خلاصہ

بحمد اللہ یہ مقالہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ بحث کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ سابقہ جاہلیت میں "بتوں اور ان کے مجاوروں سے برکت لینا" ہی وہ عظیم سبب تھا کہ ان کی عبادت ہونے لگی' چڑھاوے اور نذریں نیازیں دی جانے لگیں۔

۲۔ اکثر روافض (شیعہ) اور صوفیا کے شرک و بدعات میں مبتلا ہونے کا بنیادی سبب بھی آثار صالحین' ان کے قبور اور ان کے مخصص احوال سے متعلق زمان و مکان میں غلو کا اختیار کرنا ہے۔

۳۔ مشروع اور جائز تبرک محض وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو یا آپ کے اصحاب کرام سے۔

۴۔ بعض شخصیات اور کچھ مقامات اور اوقات ایسے بھی ہیں کہ ان میں اللہ تعالی نے برکت رکھی ہے۔ تو اس برکت سے استفادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ طریقہ سے ہی ممکن ہے۔

۵۔ صالحین' بزرگوں اور اولیاء کو تبرک کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ سلف صالح اور تابعین اس سے ہمیشہ گریزاں ہی رہے۔

۶۔ کسی جگہ یا وقت کی فضیلت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ اس سے تبرک بھی لیا جائے الا یہ کہ اللہ کی شریعت سے ثابت ہو۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمدللہ رب العلمین